اپریل ۱۹۷۰ء

"تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤنگا"

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
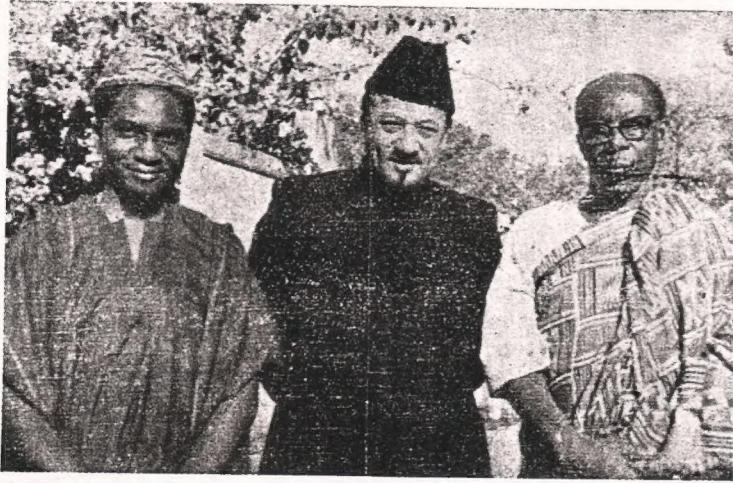
محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر مغربی افریقہ کے دو افریقن احمدی زعماء کے ساتھ۔

۱- دائیں طرف محترم جناب الحاج الحسن عطاء صدر اشانٹی ریجن غانا

۲- بائیں جانب محترم الحاج ظفراللہ الیاس ایڈیٹر اخبار (*Truth*) نائیجیریا

مدیر مسئول

ابو العطاء جالندھری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲ شمارہ ۴ | ماہنامہ **الفرقان** ربوہ — اپریل ۱۹۶۱ء | صفر المظفر ۱۳۸۰ ہجری قمری، شہادت ۱۳۴۰ ہجری شمسی

الفہرست

تبلیغی و تعلیمی مجلّہ
الفرقان ربوہ

قواعد و ضوابط

۱- تاریخ اشاعت ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

۲- سالانہ چندہ:-

پاکستان کے لئے چھ روپے
بیرونی ممالک کے لئے۔ تیرہ شلنگ
ہوائی ڈاک سے ایک پاؤنڈ
قیمت فی پرچہ۔ ساٹھ پیسے

ادارۂ تحریر

ایڈیٹر:- ابو العطاء جالندھری

نائبین (۱) دوست محمد شاہد مولوی فاضل

(۲) عطاء المجیب راشد ایم اے

اداریہ

اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں!

کیا "غیر ممالک کے یہودی مراد نہیں"؟

مسیحی رسالہ اخوت کی تاویل کا جواب!!

مسیح کا مشن

حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ:-

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔"

(متی ۱۵/۲۴)

یسعیاہ نبی (۱۲/۴۰) کی پیشگوئی کے الفاظ:-

"جو میری اُمّت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا" (متی ۲/۶)

کو مسیح پر چسپاں کیا گیا ہے۔

پھر حضرت مسیحؑ نے فلسطینی یہودیوں پر اتمام حجت کے بعد فرمایا:-

"میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانے کی نہیں مجھے ان کا بھی لانا ضرور ہے اور وہ میری آواز سُنیں گی پھر ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا۔" (یوحنا ۱۰/۱۶)

یہ بیانات نہایت واضح ہیں کہ حضرت مسیحؑ کی بعثت اُمّتِ اسرائیل کے گلہ بان کے طور پر ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ گلہ بانی ارضِ فلسطین سے شروع فرمائی جہاں پر اس وقت بنی اسرائیل کے بارہ (۱۲) قبیلوں میں سے صرف دو (۲) قبیلے آباد تھے۔ باقی دس (۱۰) قبیلے دنیا کی مختلف آبادیوں میں، عراق، ایران، افغانستان اور ہندوستان وغیرہ میں منتشر طور پر پھیلے ہوئے تھے۔ (آستر ۹/۶ و ۸/۱۷)

موجودہ عیسائیوں کا نظریہ

حضرت مسیحؑ نے فلسطینی بھیڑ خانے کی بھیڑوں پر اتمام حجت کرکے فرمایا "میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانے کی نہیں مجھے ان کا بھی لانا ضرور ہے اور وہ میری آواز سُنیں گی پھر ایک ہی گلہ اور

ایک ہی چرواہا ہوگا۔"

گویا حضرت مسیح کا مقصد بعثت تمام قومِ اسرائیل کی گلہ بانی کرنا ہے جو اس وقت متعدد ممالک میں پراگندہ طور پر پھیلی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اپنے اس مقصد میں تبھی کامیاب ہو سکتے ہیں جب وہ ان منتشر قبائل کے پاس جا کر پیغام حق پہنچائیں۔ لہذا موجودہ عیسائیوں کا یہ نظریہ کہ مسیح نے صرف اڑھائی تین سال تک محض خطۂ فلسطین کے تھوڑے سے یہودیوں کو دعوتِ حق دی اور پھر قتل ہو کر آسمانوں پر جا بیٹھے سراسر باطل اور مسیح کو ناکام ثابت کرنے والا نظریہ ہے۔ ہم نے اپنے مشہور مناظرہ مباحثہ مصر میں اس استدلال کو مسیح کی صلیبی موت کے خلاف آٹھویں دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ مسیحی ماہنامہ اخوت لاہور نے اپنے مارچ سنہ کے شمارہ میں ہمارے استدلال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

یہودی غیر ممالک میں

واضح رہے کہ ہماری اس روشن دلیل کا ایک امکانی جواب تو پادری صاحبان یہ دے سکتے تھے کہ یہودی قبائل فلسطین کے باہر آباد ہی نہ تھے مسیح کے وقت میں سب کے سب یہودی سرزمین فلسطین میں ہی موجود تھے۔ ماہنامہ اخوت نے یہ جواب دینے کی جرأت نہیں کی کیونکہ بائیبل کے علاوہ تاریخی شواہد بھی اس بارے میں نہایت واضح ہیں مشہور پادری برکت اللہ صاحب ایم اے بھی اعتراف کر چکے ہیں کہ:۔

"حال ہی میں شمالی ہند سے بھی اس قسم کی سنگیں ملی ہیں یہ صلیبیں کشمیر کی قدیم قبروں میں پہاڑیوں کی وادیوں سے دستیاب ہوئی ہیں ان کی بناوٹ، نقش و نگار اور الواح کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ صلیبیں نسطوری ہیں اور قبریں بھی نسطوری عیسائیوں کی ہیں یہ امور ثابت کرتے ہیں کہ قدیم صدیوں میں کشمیر میں جا بجا کلیسائیں قائم تھیں اور وہاں نسطوری عیسائی آباد تھے۔" (تاریخ مسیحی کلیسیا صفحہ ۱۵)

پس یہودیوں کا غیر ممالک میں موجود ہونا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اخوت کے مضمون نگار نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔

کھوئی ہوئی بھیڑوں سے مراد؟

اخوت کے نامہ نگار نے "گم شدہ بھیڑوں" کے معنے یوں بیان کئے ہیں لکھتے ہیں کہ:۔

"کھوئی ہوئی بھیڑوں سے بنی اسرائیل کی روحانی حالت مراد ہے خواہ کوئی اخلاقی طور پر گمراہ ہو خواہ ایمانی طور پر۔ وہ کھویا ہوا ہوتا ہے۔ جن کا روحانی چرواہا نہ ہو وہ کھوئی ہوئی بھیڑیں ہیں اور جن کے چرواہے انہیں گمراہ کرتے ہوں وہ بھی کھوئی ہوئی بھیڑیں ہوتی ہیں۔"

مضمون نگار نے اس سارے بیان کے آخر میں نتیجہ عجیب نکالا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

"پس کھوئی ہوئی بھیڑوں سے فلسطینی یہودی

مراد ہیں اور غیر ممالک کے یہودی مراد نہیں۔"

غیر ممالک کے یہودیوں کے متعلق سوال

معزز قارئین! ہمیں تسلیم ہے کہ "کھوئی ہوئی بھیڑوں" کا اطلاق مجازاً اخلاقی اور ایمانی طور پر گمراہ انسانوں پر بھی ہو جاتا ہے اس لحاظ سے مسیحؑ کے وقت کے فلسطینی یہودی اپنی روحانی حالت کی خرابی کی وجہ سے بجا طور پر کھوئی ہوئی بھیڑیں تھے ہمیں اس سے اختلاف کرنیکی ہرگز ضرورت نہیں مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا اُسوقت "غیر ممالک کے یہودی" اخلاقی اور ایمانی طور پر حق پر قائم تھے؟ کیا انکا کوئی چرواہا تھا؟ کیا انکی روحانی حالت فلسطینی یہودیوں سے بہتر تھی؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر کسی پادری صاحب کے لئے یہ کیونکر روا ہے کہ وہ کہے کہ "کھوئی ہوئی بھیڑوں" سے "غیر ممالک کے یہودی مراد نہیں"؟ یہ دعویٰ سراسر بلا دلیل ہے۔ حق تو یہ ہے کہ غیر ممالک کے یہودی تو گمراہ ہونے کے علاوہ مختلف قوموں میں منتشر ہونیکے باعث دوہرے طور پر "کھوئی ہوئی بھیڑیں" کہلانے کے مستحق تھے۔

مسیح اپنے مشن میں کب کامیاب قرار پا سکتے ہیں؟

پس ہم کہتے ہیں کہ فلسطین کے یہودی بوجہ گمراہ ہونے کے بلاشبہ "کھوئی ہوئی بھیڑیں تھے" اسی لئے مسیحؑ نے پہلے ان میں منادی کی اور ان کو راہِ حق پر لانے کی کوشش کی لیکن مسیح صرف فلسطین میں آباد دو یہودی قبیلوں کے لئے مبعوث نہ ہوئے تھے وہ تو "اسرائیل کے گھرانے" کی ساری کھوئی ہوئی بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے آئے تھے۔ ان کا مشن تو ساری "اُمتِ اسرائیل کی گلّہ بانی" کرنا تھا۔ وہ تو رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ تھے اسلئے ان کا فرض تھا کہ باقی دس گمشدہ یہودی قبیلوں کو بھی پیغامِ حق پہنچائیں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ:-

"تم کیا سمجھتے ہو؟ اگر کسی آدمی کی سَو بھیڑیں ہوں اور ان میں سے ایک بھٹک جائے تو کیا وہ ننانوے کو چھوڑ کر اور پہاڑوں پر جا کر اس بھٹکی ہوئی کو نہ ڈھونڈیگا!" (متی ۱۸/۱۲)

اسی لئے آپ نے پُرشوکت الفاظ میں فرمایا کہ:-

"میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑخانے (یعنی فلسطین۔ ناقل) کی نہیں مجھے ان کا بھی لانا ضرور ہے اور وہ میری آواز سنیں گی پھر ایک ہی گلّہ اور ایک ہی چرواہا ہوگا۔" (یوحنا ۱۰/۱۶)

پس اخوت کی تاویل کسی طرح بھی ہمارے استدلال کو توڑ نہیں سکتی۔ حق یہی ہے کہ حضرت مسیحؑ اپنے بیان کے مطابق اپنے مشن کو پورا کرنے والے تبھی قرار پا سکتے ہیں جب وہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے دس قبیلوں تک بھی پیغامِ حق پہنچانے والے ہوں۔ ہم حضرت مسیحؑ کو اپنے مشن میں کامیاب مانتے ہیں۔ انجیلی اور تاریخی شہادات ہمارے بیان پر گواہ ہیں۔ کاش کہ پادری صاحبان تعصب سے علیحدہ ہو کر حقائق پر غور فرمائیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین ۞

---

(۱۶)

شذرات

(۱) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی اعلیٰ تقریر

جناب میاں محمد شفیع صاحب (م۔ش کی ڈائری میں) لکھتے ہیں:۔

"اتوار کو وائی ایم سی اے ہال میں مسٹر جسٹس سجاد احمد جان جالندھری کی زیرِ صدارت جناب مرزا طاہر احمد نے قرآنِ عظیم، احادیث نبویؐ اور تاریخ اسلام کے حوالوں سے اسلام کے اقتصادی نظام پر ایک اعلیٰ پایہ کی تقریر میں اسلامی اقتصادیات کی پاکیزگی، جامعیت اور برتری کو اجاگر کیا۔ انہوں نے سوشلزم کا نام لئے بغیر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلامی اقتصادی نظام استحصال پسندی اور طبقاتی نفرت کے خاتمہ کی مؤثر ضمانت ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی آیات کے حوالے سے اپنے سننے والوں کے دل میں (کم از کم میرے دل میں) اس امر کے متعلق کسی قسم کے تذبذب یا شک کی گنجائش نہ رہنے دی کہ اسلام سرمایہ داری کو جس میں دولت کی محبت، ارتکاز، اکتناز، سود خوری اور استحصال شامل ہیں، عجیب ترین لعنت تصور کرتا ہے اور ایسے سرمایہ داروں کے لئے دوزخ کے بے پناہ عذاب کی بشارت دیتا ہے۔ اسلام اعلیٰ اخلاقی اور روحانی اقدار کی اساس پر ایک ایسا متوازن قدرتی اقتصادی نظام رائج کرنا چاہتا ہے جس میں انفرادی اور قومی دولت میں لوگ خیرات اور مراعات کے طور پر نہیں بلکہ حق کے طور پر دعویدار تسلیم کئے جاتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ اخبارات نے مرزا طاہر احمد کی اس پُر مغز تقریر کا کماحقہٗ نوٹس نہیں لیا۔ ممکن ہے اُن کے نقطۂ نگاہ سے اس میں "گالی" نہ ہو کیونکہ انہوں نے نہ تو کسی کو بُرا بھلا کہا اور نہ کسی کو چیلنج ہی دیا بلکہ نہایت مدلل اور سلجھے ہوئے انداز میں اپنے فقروں اور دلیلوں کو دہرائے بغیر اسلامی اقتصادی نظام کی خوبیوں اور عظمتوں کو اجاگر کیا۔ تاہم اگر اس مجلس کے منتظمین مرزا صاحب کی اس تقریر کے متن کو پمفلٹ کی شکل میں شائع کر سکیں تو بقول حضرت آغا شورش کاشمیری مادر پدر آزاد سیاسی ٹیڈیوں کا اسکے پڑھنے سے بھلا ہوگا۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۷ مارچ ۱۹۷۰ء)

الفرقان ۔ ایسی اعلیٰ پایہ کی تقریر کے بارے میں اخبارات کی سہل انگاری ان کی جنبہ داری اور واضح تعصب کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

(۲) مدیر چٹان کی مذبوحی حرکات

جناب شورش کاشمیری لکھتے ہیں:۔

"جسٹس سجاد احمد جان سپریم کورٹ کے

انتہائی قابلِ احترام ججوں میں سے ہیں نیک نفس ہونے کے علاوہ علم و ادب سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ انہیں علامہ اقبال کے فکر اور مولانا ظفر علی خاں کے ادب سے لگاؤ ہے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے لاہور میں ایک ایسے مذاکرہ کی صدارت کی جو مرزا طاہر احمد کی تقریر کے لئے منعقد کیا گیا اور جس کا پس منظر قادیانی نبوت کی اولاد کو لوگوں میں انٹروڈیوس کرانا ہے۔

ہم نے جناب م۔ش کی ڈائری کو تعجب سے پڑھا۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو وہ مرکزیہ مجلس اقبال کے ارکان پر ختم نبوت اور اقبال کے موضوع پر مقالہ پڑھانے پر اُدھار دے رہے ہیں دوسری طرف انہیں مرزا طاہر احمد کی تقریر عین اسلام محسوس ہوتی ہے۔ م۔ش صاحب بتا سکتے ہیں کہ وہ کس طرح اِس مذاکرہ میں پہنچے، خود گئے؟ یا بلوائے گئے؟ اور پھر منعم کیسے ہو گئے؟ افسوس ہے کہ م۔ش صاحب نے یہ بالکل نہیں بتایا کہ مرزا طاہر احمد کس ٹہنی کا پھول ہیں؟"

(ہفت روزہ چٹان ۲۳؍ مارچ ۷۰ء صفحہ ۹)

الفرقان۔ اِس اقتباس کے لفظ لفظ سے اس اندرونی آگ کے شعلے نمایاں ہیں جو شورش صاحب کے دل میں بھڑک رہی ہے۔ اس پر صرف مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ہی کہا جا سکتا ہے۔

(۳) عفیفہ بیوی اور داشتہ میں فرق

شورش صاحب کے جواب میں جناب م۔ش رقمطراز ہیں:-

"چند روز ہوئے وائی۔ ایم سی اے لاہور میں مسٹر جسٹس سجاد احمد جان جج سپریم کورٹ کی زیرِ صدارت مرزا طاہر احمد نے "اسلام کے اقتصادی نظام" کے موضوع پر ایک تقریر کی جس میں انہوں نے قرآن، احادیث اور تاریخِ اسلام کی روشنی میں اپنے موضوع پر اظہارِ خیال کیا۔ تقریر کے خاتمہ پر صدرِ مجلس مسٹر سجاد احمد جان نے نہایت دلکش انداز میں اسلام کے اقتصادی نظام کی کامیابی کے لئے اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کے قیام کو ضروری قرار دیا۔ میں نے اس جلسہ کی کارروائی پر اس کالم میں تبصرہ کرتے ہوئے مرزا طاہر احمد کو خراجِ تحسین پیش کیا کہ انہوں نے نہایت سلجھے ہوئے انداز میں اسلام کے اقتصادی نظام کے حسن و جمال کو اجاگر کیا اور اس امر پر اظہارِ تأسف کیا کہ ایک ایسے موضوع پر جس کے متعلق ملک میں بے حد چرچا ہے ایک نہایت اچھی تقریر کا اخبارات نے کماحقہٗ نوٹس نہیں لیا۔ اس پر چٹان کے ایڈیٹر حضرت آغا شورش کاشمیری نے تبصرہ کرتے ہوئے

ناراضگی کے اظہار کے طور پر مجھ سے استفسار کیا ہے کہ میں اس جلسے میں کیوں اور کیسے گیا؟ اور یہ کہ آیا مجھے معلوم ہے کہ مرزا طاہر احمد کس درخت کی شاخ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ حضرت آغا شورش کاشمیری ملک کے ایک نامور خطیب ہیں۔ اس لحاظ سے میری حیثیت ان کے مقابلے میں ایک مبتدی کی بھی نہیں۔ وہ ایک نغز گو شاعر اور ادیب ظناز ہیں اس میدان میں بھی میں ان کا حریف نہیں ہوں لیکن اگر وہ مجھے اخبار نویسی کے اخلاق بتانا چاہیں یا مجھے عقیدہ کی پاکیزگی کے متعلق کوئی سبق دینا چاہیں تو مجھے ادب کے ساتھ ان سے یہ عرض کرنا ہے کہ ان دونوں امور کے متعلق مجھے ان سے کچھ بھی سیکھنا نہیں۔

اخبار نویس اور دھڑے بازی میں ایک بنیادی فرق ہے، ایسا ہی فرق جو ایک عفیفہ بیوی اور داشتہ میں ہوتا ہے۔ ایک اخبار نویس جو اس اصول پر گامزن ہو کہ "میرا دوست غلطی نہیں کر سکتا" ایک اچھا دھڑے باز تو ہو سکتا ہے لیکن ایک اچھا اخبار نویس نہیں کہلا سکتا اور ایسے اخبار نویس کے قلم پر لوگوں کو کبھی اعتماد نہیں ہو سکتا لیکن ایک ایسا اخبار نویس جو اس اصول کا پابند ہو کہ اگر میرا دوست غلطی پر ہے تو میں اسے بھی ننگا کروں گا وہ ممکن ہے کہ دنیا کے عام معیار کے مطابق ایک اچھا دوست نہ ہو لیکن وہ ایک قابل اعتماد صحافی ضرور ہے لیکن اخبار نویس جس کی صحافتی دیانتداری پر عوام کو اعتماد نہ ہو ایک ٹکے کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ میں نے ۱۹۳۶ء میں اخبار نویسی کے میدان میں قدم رکھا تھا۔ اس وقت سے لیکر آج تک بے شمار جلسوں، جلوسوں، میٹنگوں، کانفرنسوں کی روئیداد رپورٹ کرتا رہا ہوں میں نے رپورٹ لکھتے وقت کبھی نہیں سوچا کہ مقرر کس درخت کی کونسی شاخ ہے یا کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔" (ندائے ملت ۲۶ مارچ ۷۰ء)

الفرقان ۔ اب ہمیں اس ضمن میں کچھ لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی اسلئے اس اقتباس کو بلا تبصرہ شائع کرنے پر کفایت کی جاتی ہے۔

(۴) استحکام پاکستان کا ضامن کلمہ طیبہ ہے

روزنامہ نوائے وقت لاہور رقمطراز ہے کہ:۔

"جامعہ نعیمیہ لاہور کے مفتی محمد حسین نعیمی نے کہا کہ کلمہ طیبہ ہی پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا تھا۔ وہی جنگ ستمبر میں پاکستان کی بقاء کی بنیاد بنا اور یہی کلمہ آئندہ بھی استحکام پاکستان کا ضامن بن سکتا ہے۔"

(نوائے وقت لاہور یکم اپریل ۷۰ء صا)

الفرقان ۔ یہ بیان بالکل صداقت پر مبنی بیان ہے۔ اسکے مطابق ضروری ہے کہ ہر کلمہ گو کو عملی طور پر مسلمان قرار دیا جائے اور ملت اسلامیہ کا فرد تسلیم کیا جائے۔ آج اسی بنیاد پر ملک کا استحکام ہو سکتا ہے اور قائد اعظم مرحوم نے اسی بنیاد پر اس ملک کے حصول کے لئے کامیاب جدوجہد کی تھی۔ اے کاش! کہ سارے فرقے اس معقول بات کو اختیار کر لیں۔

نعرۂ عارفانہ

(محترم جناب نسیم صاحب سیفی)

سردارِ دو جہاںؐ کی عنایات کیا کہوں
ڈرتی ہیں مجھ سے دہر کی آفات کیا کہوں

دامن بھرا ہوا ہے فلاح و نجات سے
کس در سے مل گئی ہے یہ خیرات کیا کہوں

دل میں اُتر گئی ہے کرن آفتاب کی
روشن ہے دن کی طرح رات کیا کہوں

ہر ہر قدم پہ یوں تو ہوا اہتمامِ مے
کس سے چلی ہیں مے کی روایات کیا کہوں

برقِ نگاہِ دوست ہوئی مجھ پہ ملتفت
سب اُٹھ گئے نظر کے حجابات کیا کہوں

حسنِ ازل سے جس کو ملا مل گیا گداز
کس طرح ؟ اور کس کو ہوئی مات کیا کہوں

آباد ہو رہی ہیں ہر اک سمت بستیاں
مَیں کیوں پڑا ہوں زیرِ خرابات کیا کہوں

مَیں اور شوقِ جُبہ و دستار، کیا کہا
تم اور معرفت کی کوئی بات، کیا کہوں

آؤ قریب، اور قریب، اور بھی قریب
شہ رگ کے پاس آ بسے حالات کیا کہوں

ساقی گری ساقیؐ کوثر ہے خوب تر
بادہ پرستیاں ہیں عبادات کیا کہوں

دیکھو تو آ گئے ہوں نہ وہ بام پر نسیم
مچلے ہوئے ہیں اب مرے جذبات کیا کہوں

"ابنِ آدم" کی واپسی!

(جناب ڈاکٹر قاضی محمد برکت اللہ صاحب جیکس سٹیٹ کالج (امریکہ)

صدیوں سے محققین و مفکرین اور متجسسین حیران تھے کہ ۱۸ "خاموش سالوں" میں یسوع کہاں تھا اور کیا کرتا رہا جبکہ وہ ۱۲ اور ۳۰ سالوں کے درمیان تھا۔ کچھ عرصہ قبل فلسطین و مصر میں زمین نے جو پوشیدہ خزانے اُگلے ہیں اُن سینکڑوں قدیمی، قیمتی نسخوں کے تراجم سے یسوع پر ایک نئی روشنی پڑتی ہے۔ یہ یسوع زیادہ دماغی قوت رکھنے والا، زیادہ بالغ نظر اور وسیع تجربہ کا حامل ہے اور اس یسوع سے فوقیت رکھتا ہے جس یسوع کی عبادت کی جاتی ہے۔ اس تحقیق سے یسوع کی ایک نئی شخصیت اُبھر رہی ہے۔ یہ یسوع ان روایات و حکایات نیز حواریوں کے متضاد بیانات سے مختلف ہے جو بادلوں میں ان کی نگاہوں کے سامنے اوجھل ہو گیا۔ یہ یسوع وہ نہیں جس کی تخلیق بعد میں آنے والے پیروکاروں نے تخیلات کی بناء پر کی کہ یسوع جسمانی طور پر مُردوں سے جی اٹھا اور ان کی نجات کا باعث بنا۔

نئی تحقیقات کی روشنی میں بہت سے لوگ مان رہے ہیں کہ مُردوں سے جی اُٹھنا یسوع سے متعلق نہیں بلکہ اس کے حواریوں سے متعلق ہے کہ وہ اپنے مُردہ عقائد سے جی اُٹھے اور یہ احیاء ان کی نجات کا باعث بنا۔ حالیہ تحقیقات کی روشنی میں یسوع غیر تعلیم یافتہ نہیں کہ اس نے بعض عقائد کی اصلاح کی اور گلیل میں گھرلی میں معجزے دکھائے اور محض مقامی آرامی زبان بول سکتا تھا اور صرف اپنی انگلیوں سے زمین پر لکھ سکتا تھا اور یونانی حشمت اور اپنے دَور کی رومی شوکت سے نابلد تھا۔

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی بعثت سے "ابن آدم" کی بعثتِ ثانی کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے اور تحقیقات سے بے انتہا اور نامعلوم بادل چھٹ گئے ہیں اور یسوع کی جو شخصیت ظاہر ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع نہ صرف اپنے عہد کی رومی تہذیب سے پوری طرح واقف تھا بلکہ ایرانی اور یونانی تمدن سے بھی باخبر تھا۔ بہت سفر کرنے والا، ایک اچھا معلم اور مفکر تھا اور صداقت کی تلاش میں مشاہدہ و تجربہ سے گریز نہیں کرتا تھا۔ یہ بات تعجب خیز ہی سہی لیکن معلوم ہوتا

ہے کہ شاید یسوع نے سمندری سفر بھی کیا ہو اور یقینی طور پر وہ ہندوستان بھی گیا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موجودہ جدید تحقیق سے قبل اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ حضرت مسیح ناصری کے ہندوستان آنے، وفات پانے اور سرینگر محلہ خانیار میں مدفون ہونے کا ذکر کیا ہے۔

۱۹۴۵ء کی بات ہے کہ ایک جوان سال بدوی محمد الدیب کو یروشلم سے ۱۴ میل کے فاصلے پر "وادی قمران" میں اس قیمتی ذخیرے کا پتہ چلا اور وہ چند جواہر پارے اپنے جوتوں کے تلوے بنانے کے لئے گھر لے گیا۔ دو سال تک یہ صحائف اس کے گھر کے ایک کونے میں ایک کھال کے تھیلے میں لٹکے رہے وہاں سے اس کا چچا بیت اللحم میں فروخت کرنے کے لئے لے گیا۔

وادی قمران کا یہ قیمتی ذخیرہ اصل میں ایک بہت بڑی لائبریری ہے جس کا تعلق یہودیوں کے فرقہ سے ہے۔ یہ لوگ اپنے آپکو "نئے دور کی قوم" کہلانا پسند کرتے ہیں۔ لیکن ان کے مخالفین انہیں ایسین کہہ کر پکارتے ہیں۔ جس جگہ یہ ذخیرہ دریافت ہوا عرب اسے اپنی روایات کی بناء پر "وادی گمراں" یا گمراہ لوگوں کی وادی سے منسوب کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ ابھی تک اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ عیسائیت نے یہودیوں کے اس فرقہ کی گود میں جنم لیا۔ فرانسیسی، جرمنی، اور عبرانی جرائد و رسائل نے بیشتر مضامین میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ عیسائیت میں جہاں انفرادیت کا عنصر ہے وہ اسی فرقہ کے عقائد کا مرہون منت ہے۔ چنانچہ تجربہ کے طور پر اس قیمتی لٹریچر کے بعض حصے عیسائیوں کی علی الصبح اتوار کی عبادت میں پڑھے گئے اور کسی کو شک بھی نہیں ہوا کہ وہ عبارات ان کی موجودہ بائیبل کا حصہ نہیں۔

عیسائیوں کے "نئے عہدنامے" کے لکھے جانے سے ایک سو سال یا اس سے زائد عرصہ قبل قمران میں بسنے والے ان افکار، تعلیم، محاورات، دعاؤں اور خوبصورت فقرات سے واقف تھے جن کا اظہار یسوع نے اپنے پہاڑی خطبے میں کیا۔ اگرچہ آج کے لوگ ان الفاظ کو یسوع سے منسوب کرتے ہیں لیکن درحقیقت یسوع یہودیوں کی قمرانی قوم کے لٹریچر سے عبارات سنا رہا تھا اور اس کے حاضرین اس امر سے پوری طرح واقف تھے۔

منادی، خوشخبری، بادشاہت کے آنے، کے الفاظ قمران میں بسنے والی قوم کے لٹریچر سے لئے گئے۔ یہاں تک کہ وہ تمام سچائی کو پورا کرنے کا "بپتسمہ" جو یوحنا نے مسیح کو دیا، یہ تمام

الفاظ بھی انہی صحائف سے لئے گئے۔ نیز عیسائیوں کی بائیبل کا نام "نیا عہدنامہ" بھی قران کے مذہبی رہنماؤں کا مرہونِ منت ہے۔ یہ راہنما اپنے آپ کو ایسین کہلانا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ 'SONS OF ZODAK' (زودک: حضرت داؤد علیہ السلام کے چیف مشنری) "زودک کے بیٹے" کہلاتے یا "نئے دَور" یا "نئے عہد" کی قوم کہلانا پسند کرتے۔ آرامی زبان کے NEW COVENANT نیا عہد کا ترجمہ عیسائیوں نے NEW TESTAment نیا عہدنامہ کر لیا۔ اسی طرح جب یسوع اپنے حواریوں کے ساتھ آخری کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اس کی مشابہت "نئے دَور کی قوم" کی ایک مذہبی عبادت میں ملتی ہے جبکہ وہ "آنے والی بادشاہت" کے منتظر تھے۔ اسی طرح جب یسوع نے "نئے عہد" کا پیالہ بلند کیا تو خالص قمرانی طرزِ فکر میں اپنے حواریوں سے وعدہ کیا کہ وہ "نئے عہد" کی بادشاہت میں ان کے ساتھ کھائیں پئیں گے۔ علاوہ ازیں عیسائی لٹریچر کے افکار، تعلیم اور محاورات کا معتدبہ حصہ قمرانی "نئے عہد کی قوم" کے طرزِ فکر سے ماخوذ ہے۔ اس طرح موجودہ تحقیقات کی روشنی میں عیسائیوں کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ اقرار کریں کہ عیسائیت نے قمرانی طرزِ فکر میں جنم لیا۔

شروع شروع میں مذہبی تعلیم پر عمل کرنے والے بہت سے لوگوں نے اس بات پر خوشی منائی کہ یہ لٹریچر منظرِ عام پر آیا ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے خود قدیم نسلوں کی حفاظت کی ہے مثال کے طور پر یسعیاہ کا نسخہ پُرانے سے پُرانے نسخوں سے بھی ایک ہزار سال قدیمی ہے۔ لیکن جوش و خروش کچھ دب ہی رہا ہے جب لوگوں کو پتہ چل رہا ہے کہ یسوع نے جو تعلیم دی ہے وہ اس سے ایک سو سال قدیمی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اب ان کے عقائد پر ضرب پڑے گی جب مذہبی تعلیم پر عمل کرنے والوں کے علم میں آ رہا ہے کہ مقدس لٹریچر کی بعض کتابیں مثال کے طور پر "یونس" اور "جوبلی" ان کی بائیبل کا حصہ نہیں تو "کنگ جیمز" کی حقانیت پر حرف آ رہا ہے۔ اسی طرح مزید تراجم کی روشنی میں جب عیسائیوں کو پتہ چلے گا کہ بائیبل کے بہت سے ابواب غلط، خلط ملط اور مذہبی تعلیم کے لحاظ سے مہمل ہیں تو ان پر کیا بیتے گی۔ عیسائی حضرات کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہباکک کی کتاب کی معروف آیت: "منصف مزاج اپنے ایمان سے زندہ رہے گا" جس کی پال نے یہ تشریح کی کہ یہاں ایمان سے مراد یسوع پر ایمان ہے اور مارٹن لوتھر نے احتجاج کی تحریک بھی شروع کی۔ اس آیت کو اصل میں یسوع سے قریب قریب ایک سو سال پہلے قمران میں بسنے والے مذہبی گروہ نے "راستی کے معلم" پر چسپاں

کیا۔ نیز "پرانے عہد نامے" میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس میں نئی دریافت کی روشنی میں اصلاح کی گنجائش نہ ہو۔ اور "نئے عہد نامے" میں شاید ہی کوئی ایسی آیت ہو جس کی توضیح و تشریح کی دوبارہ گنجائش نہ ہو۔ عیسائیوں کے ایک طبقہ نے محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ زمین سے جو خزانے اُگلے ہیں ان کی روشنی میں ان کے بنیادی عقائد میں فوری تبدیلی کی ضرورت پڑے گی اور بعض عقائد کو کلیۃً مٹانا پڑے گا۔ مثال کے طور پر "باپ۔ بیٹا۔ روح القدس" سے "روح القدس" کے عقیدہ کو فوری طور پر خیرباد کہنا پڑے گا۔ چونکہ بائیبل میں یہ کسی طرح بھی شامل نہیں اور اس سے تثلیث پر ضرب آئیگی۔ علاوہ ازیں بہت سے نغمات، گیت، دعائیں اور فقرات، یہاں تک کہ ایک پوری کتاب جسے عیسائیوں اور یہودیوں نے ایک دوسرے سے شکر رنجی کی بنا پر خیرباد کہہ دیا، اب بائیبل میں شامل کرنی پڑے گی۔

قرانی "نئے دَور کی قوم" کو یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک کڑی کی حیثیت حاصل ہے۔ جب یہودیوں اور عیسائیوں میں مخاصمت پیدا ہوگئی تو دونوں مذاہب نے قرانی مکتب فکر کے لٹریچر کو اپنی مقدس تحریروں سے نکالنا شروع کیا۔ یہودی یونس نبی کی کتاب کو شامل کرنے سے گریز کرنے لگے کیونکہ اس سے عیسائیت کو تقویت پہنچتی تھی۔ اور عیسائیوں نے "یونس" کی مقدس کتاب سے اسلئے پس وپیش کیا کہ ان کے نقطۂ نظر سے یہودیت زیادہ مضبوط ہوتی تھی۔

قمران میں بسنے والی "نئے دور کی قوم" کے افراد اصل میں بالغ نظر یہودی تھے۔ ان کی کتاب میں ذکر آتا ہے کہ کس طرح لوگ منتشر خیالات کے پیروکار تھے کہ بالآخر خدا تعالیٰ نے راستی کے ایک معلّم کو مبعوث کیا تاکہ ہمیں خداشناسی سے معمور کرے۔

قمران میں بسنے والی قوم میں قدیمی مزدوکی نہج پر مذہبی زندگی کا احیاء ہوا اور ایک ایسی سوسائٹی قائم ہوگئی جس نے وقت کے تقاضوں کو پورا کیا۔ بپتسمہ کا طریقہ رائج کیا۔ کھانے کے آداب قائم کئے اور بنی نوع انسان کو غلام بنانے کی قدیم تحریک کو خیرباد کہا۔

سچائی کے معلّم کی تعلیم سے جنگ وجدل پر کاری ضرب پڑی اور قرانی قوم کو ہتھیار بنانے کی ممانعت کر دی گئی اور اس وادی میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت نہ دی جاتی جس کا پیشہ تیر، برچھی یا تلوار بنانا ہو یا کسی بھی طریقے سے فوجی زندگی سے وابستہ ہو۔

اس زمانے کے تینوں ہم عہد مؤرخین فلو، جوزف اور پلینی، قرانی قوم کی تعریف میں متفقہ طور پر رطب اللسان ہیں۔ فلو، تعریفی کلمات

کے بعد اس قوم کے افراد سے درخواست کرتا ہے اور التجا کرتا ہے کہ :۔

" آپ باہر آئیں اور زخمی دلوں کی راحت کا باعث ہوں اور انسانی زندگی جو کشمکش سے دوچار ہے اس کی سکینت کا باعث ہوں اور لوگوں کو لڑائی جھگڑوں کی جگہ امن، صلح و آشتی اور آزادی کی تعلیم سے آگاہ کریں اور اپنی دعاؤں کی برکتوں سے انہیں مالا مال کریں۔"

یسوع اس وقت جوان سالی کے عالم میں تھا جبکہ فلو نے یہ التجا کی کہ قمرانی قوم کے احباب "باہر" آکر لوگوں کو صلح و صفائی اور امن سے آشنا کریں۔ گمان ہوتا ہے کہ یسوع نے اس درخواست کو پڑھا ہوگا یا سُنا ہوگا۔ کیا وہ اس قوم سے کسی طرح تعلق رکھتا تھا ؟ کیا اس نے قمران میں بسنے والی قوم کی لائبریری سے استفادہ کیا ؟ یا اس قوم کا رکن تھا کہ فلو کی التجا پر "باہر" آیا اور قمرانی قوم کے افکار کی ترویج کی ۔ اس وقت تک کہ قمرانی قوم کا سارا مقدس لٹریچر پوری طرح منظر عام پر نہیں آتا یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ یسوع نے کس حد تک اپنے عقائد کی ترویج میں قمرانی لٹریچر سے استفادہ کیا۔ اغلب خیال یہی ہے کہ یسوع نے اپنی زندگی کا "سادہ دور" ۱۲ سال سے ۳۰ سال تک، جو تاریخی طور پر منظر عام پر نہیں آیا، اور اس کے بارے میں مؤرخین خاموش ہیں، قمرانی "نئے دَور کی قوم" میں گزارا اور ان کے مقدس لٹریچر سے استفادہ کیا۔

اگرچہ یسوع نے اپنے آپ کو "ابن آدم" کہا لیکن اس کے ماننے والوں نے اسے "ابن خدا" بنا دیا۔ موجودہ تحقیقات کی روشنی میں یسوع کی شخصیت پر جو روشنی پڑتی ہے عیسائیوں کو اس کے ماننے کے سوا اب کوئی چارہ نہیں کہ یسوع کی شخصیت معجزانہ طور پر خدا کا بیٹا ہونے کی نہیں کہ تخلیق سے پہلے آسمانوں پر رہا ہو اور پھر مسیح کے رنگ میں جس کا ایک لمبے عرصے سے انتظار تھا بھیج دیا گیا ہو تاکہ وہ مصائب جھیلے اور سُولی پر لعنتی زندگی مرے تاکہ آدم اور آدم کی نسل کو نجات ملے۔ علی الرغم نئی تحقیقات کی روشنی میں یسوع نے ایسے حالات میں پرورش پائی کہ اس کے بڑھنے، پھولنے، پھلنے، سوچنے اور سمجھنے میں بہت سے پیغمبروں، مذہبی راہنماؤں، طالب علموں اور اخلاقی معلمین سے استفادہ کا امتزاج ہے۔ یسوع کو ابن آدم کی بجائے جو ابن خدا کہا گیا ہے وہ محض ایک خطاب کے رنگ میں ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اسے خدا کی طرف سے عزت دی گئی اور اس لحاظ سے ہر یہودی بادشاہ پہلے سے ہی ابن خدا تھا۔ اور اسی طرح بائیبل میں بعض دوسرے انبیاء کو بلکہ امن قائم کرنے والے کو بھی ابن خدا کے لقب سے سرفراز کیا گیا ہے۔

مرورِ زمانہ سے جو زنگ آمیزی کے پردے
یسوعؑ کی ذات پر پڑ رہے تھے وہ تحقیق و حق جوئی کی کوششوں
سے اب ہٹ رہے ہیں اور "ابن آدم" اپنی صحیح
شان کے ساتھ واپس آرہا ہے جس میں خدائی کا کوئی
عنصر نہیں۔ عیسائی حضرات کو غور کرنے کی دعوت
ہے کہ فکر و تدبر سے ان انکشافات کی روشنی میں
اپنے عقائد کا جائزہ لیں اور "ابن آدم" کی دوسری
بعثت میں اس کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ
کرلیں اور احمدیت و اسلام کی آغوش میں آجائیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام عیسائیوں کی اپنے عقائد سے بیزاری
اور غلبۂ اسلام سے متعلق اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین
مطبوعہ سنہ ۱۹۰۳ء میں فرماتے ہیں:-

"مسیح موعود کا آسمان سے
اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد
رکھو کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔
ہمارے سب مخالف جو اب زندہ
موجود ہیں وہ تمام مریں گے
کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو
آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا
اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی
وہ بھی مرے گی اور ان میں سے
کوئی بھی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان
سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور
پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ
بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے
اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا
ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا
کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر
گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں
آگئی مگر مریم کا بیٹا اب تک
آسمان سے نہیں اُترا۔ تب دانشمند
یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار
ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی
آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ
عیسیٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا
مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید
اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدے
کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں
ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی
پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے
آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے
وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا
اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو
اس کو روک سکے" ‡

دعوتِ تحقیق | مسیحی صاحبان کو اسلام کی تحقیق کے سلسلہ میں جو سوال درپیش ہو اس کے جواب کے لئے الفرقان کے صفحات موجود ہیں۔ (ایڈیٹر)

کامل سچے مومن کے پس خوردہ میں بھی شفا ہوتی ہے

حضرت اکملؓ کا معجزانہ طور پر شفا پانا

(از محترم چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے)

سُنو یہ واقعہ اک اور تاثیرِ نبوت کا
خدا کی قدرتِ کامل کا اور حُسنِ مشیّت کا
روایت ہے کہ گولیکی ضلع گجرات کے ساکن
تھے اِک مردِ بلند اوصاف خوش اخلاق و خوش باطن
امام الدین تھا مشہور ہر حلقے میں نام اُن کا
کہ خدمت اور فروغِ جذبۂ ملّت تھا کام اُن کا
وہ آخر اپنے حُسنِ ذوقِ ایماں سے چلا پا کر
ہوئے شامل مسیحِ پاکؑ کے خُدام میں آکر
مگر یہ واقعہ کیسے ہوا۔ وہ خود سُناتے ہیں
مسیحی نفس کی تاثیرِ قدسی یُوں بتاتے ہیں
کہ اُن کا ایک لڑکا نام تھا جس کا ظہور الدین
اوائل عمر ہی سے خوش نظر خوش ذوق و خوش آئین
کچھ ایسا ہو گیا وہ لاغر و بیمار تپ دق سے
کہ جیسے ہو کوئی برسوں سے دلآزار تپ دق سے
حکیموں اور ویدوں سے بہت حاجت روائی کی
مرض لیکن کچھ اور بڑھتا گیا جُوں جُوں دوائی کی

---

۱ سیرۃ المہدی ص۱۰۵ - روایت ۱۲۴

دیا سارے طبیبوں نے جواب آہستہ آہستہ
لگا آنے گہن میں ماہتاب آہستہ آہستہ

بہت غمگیں بہت مجبور تھے ماں باپ بچے کے
ہجوم رنج و غم سے چُور تھے ماں باپ بچے کے

بالآخر یہ پدر کو جانے اِک دن کیا خیال آیا
کہ فوراً قادیاں جانے کا دل میں قصد فرمایا

وہ پہنچے قادیاں اور ساتھ لیکر اک صحابی کو
ہوئے حاضر درِ مہدی پہ اذنِ باریابی کو

حضورِ پاکؑ نے دیکھا اُنہیں تو پاس بُلوایا
نہایت خندہ پیشانی سے اپنے پاس بٹھلایا

کہا آپ آرہے ہیں دُور سے آرام فرمائیں
تکلف برطرف جو ماحضر ہے نوش فرماویں

تعالی اللہ۔ یہ بزمِ فلک انداز کیا کہنا
مسیحِ پاکؑ کی یہ دعوتِ شیراز کیا کہنا

اخوّت۔ انکساری۔ گرمجوشی۔ محبتِ ایمانی
"تبسّم گفتگو۔ بندہ نوازی۔ خندہ پیشانی"

رفاقت پائی جب صدق و صفا کے آشیانے میں
ہوئے مشغول دونوں مہماں اُس پاک کھانے میں

لبِ اعجاز محرومی کا دامن بھرتے جاتے تھے
حضور پاکؑ اُن سے گفتگو بھی کرتے جاتے تھے

یہ عالم جب عطائے خاص کے انداز میں دیکھا
امام الدین صاحب کچھ سنبھل کر یوں ہوئے گویا

کہ اے بحرِ کرم۔ اے نُورِ ایمانی کے گہوارے
فدائے ہادیٔ عالم۔ شہِ لولاکؐ کے پیارے

سُنا ہے ہم نے دسترخوان پر مومن کا پس خوردہ
شفا و برکت و رحمت کا اک ہوتا ہے گنجینہ

اگر اس محترم اتنی اجازت ہم کو فرمائیں
تو کچھ لے کر تبرّک ہم وطن واپس چلے جائیں

حضورِ پاکؑ نے یہ سُن کے یوں شاداں کیا اُن کو
کہ جو تھا سامنے کھانا اُٹھا کر دے دیا اُن کو

متاعِ مَنّ و سلویٰ پا کے دلداری کے دامن میں
وہیں روٹی کے کچھ ٹکڑے لپیٹے اپنے دامن میں

امام الدین صاحب اس طرح واپس وطن لوٹے
کہ جیسے بلبلِ شاداں سُوئے کُنجِ چمن لوٹے

اُسی روٹی کے کچھ ٹکڑے کھلائے اپنے بیٹے کو
ترانے حمد و ایماں کے سُنائے اپنے بیٹے کو

خدا کی شان وہ بچہ جو اُٹھ کر چل نہ سکتا تھا
کہ جس پر آخری ساعت کا سایہ ٹل نہ سکتا تھا

وہ اب ہونے لگا مردِ جواں آہستہ آہستہ
سفینہ بن گیا ۔ موجِ رواں آہستہ آہستہ

رگوں میں خون دَوڑا دیدہ و دل پر نکھار آیا
خزاں کی وادیوں سے ہو کے ابرِ نو بہار آیا

یہی تھے وہ ظہور الدین جو اکمل بھی کہلائے
قلمکاری کی دنیا میں جنھوں نے پھول برسائے

پچاسی سال تک زندہ رہے وہ شادماں ہو کر
مسیحِ پاکؑ کے احیائے موتیٰ کا نشاں ہو کر

ہر آں کارے کہ گردد از دُعائے محوِ جانانے
نہ شمشیرے کند آں کار ۔ نے بادے نہ بارانے

مسیح موعود اور کسرِ صلیب

(مکرم مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم۔اے، ربوہ)

احادیثِ نبویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں ایک مسیح اور مہدی کی آمد کی بشارت دی ہے اس کی آمد کو گویا خود اپنی آمد قرار دیا ہے کیونکہ قرآن مجید کی رُو سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں مقدر ہیں۔ بعثتِ اولیٰ خود آپؐ کے وجودِ باجود میں ہوئی اور بعثتِ ثانیہ آپؐ کے عاشقِ صادق اور رُوحانی فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کے وجود میں۔

مسیح موعود کی بعثت کا ایک نہایت اہم اور بنیادی مقصد کسرِ صلیب ہے۔ اس مقصد کی نشاندہی بخاری شریف کی ایک صحیح حدیث میں یوں کی گئی ہے کہ:۔

یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ۔

یعنی آنے والا مسیح موعود صلیب کو توڑے گا اور خنزیروں کو قتل کرے گا۔

اس مختصر مضمون میں مسیح موعودؑ کے اس عظیم الشان مقصدِ بعثت اور اس کے متعلقات کی کچھ وضاحت کا سرِ صلیب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا وباللہ التوفیق۔

کسرِ صلیب کا وقت آگیا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر مسیح موعود ہونے کا اعلان فرمایا اور مسلمانوں کو یہ بشارت دی کہ خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق اُمتِ محمدیہ میں مسیح موعود کو مبعوث فرما دیا ہے جس کے آنے کا سب سے بڑا مقصد کسرِ صلیب ہے۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا:۔

"ہمارا سب سے بڑا کام تو کسرِ صلیب ہے" (ملفوظات جلد پنجم ص۲۵)

نیز فرمایا:۔

"کسرِ صلیب کا وقت آگیا یعنی وہ وقت کہ صلیبی عقائد کی غلطی کو ایسی صفائی سے ظاہر کر دینا جیسا کہ ایک لکڑی کو دو ٹکڑے کر دیا جائے۔" (مسیح ہندوستان میں ص۵)

ایک اور موقعہ پر فرمایا:۔

"زمانہ میں خدا نے نوبتیں رکھی ہیں
ایک وہ وقت تھا کہ خدا کے سچے
مسیح کو صلیب نے توڑا اور اس
کو زخمی کیا تھا اور آخری زمانہ میں
یہ مقدر تھا کہ مسیح صلیب کو توڑیگا
یعنی آسمانی نشانوں سے کفارہ
کے عقیدہ کو دُنیا سے اُٹھا دیگا
ثم من عاد فلہ گلہ ندارد"

(حقیقۃ الوحی ص۲۰)

اسی ضمن میں آپؑ فرماتے ہیں:۔

"نصرانی مذہب بھی ایک پھوڑا
ہے جو اندر پیپ سے بھرا ہوا
ہے اسلئے باہر سے چمکتا ہے مگر
اب وقت آ گیا ہے کہ یہ ٹوٹ
جاوے اور اس کی اندرونی غلاظت
ظاہر ہو جاوے"

(ملفوظات جلد سوم ص۱۴)

عیسائیت کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب اور خطرناک فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے
دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے
اور یہ زمانہ اس فتنہ کے تموّج
اور طوفان کا زمانہ ہے پس خدا
نے اپنے وعدہ کے موافق چاہا کہ
اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرے"

(انجام آتھم ص۴۶)

نیز فرمایا:۔

"اب وقت آ گیا ہے کہ انسان
پرستی کا شہتیر ٹوٹ جاوے"

(ملفوظات جلد پنجم)

کاسرِ صلیب کون ہے؟

کسرِ صلیب کے زمانہ کی تعیین کے علاوہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ کسرِ صلیب کا یہ اہم کام اب میرے ہاتھ پر مقدر ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں خاص اس مقصد کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر آپؑ نے فرمایا:۔

"مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا
تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا
جائے۔ سو میں صلیب کے توڑنے
اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے
بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا
ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ
جو میرے دائیں بائیں ہیں۔ جن کو
میرا خدا جو میرے ساتھ ہے
میرے کام کے پورا کرنے کے لئے
ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا
بلکہ کر رہا ہے۔ اور اگر میں چُپ
بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے

رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے
جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا
کام بند نہیں کر سکتے۔ اور انکے
ہاتھ میں بڑی بڑی گُرزیں ہیں جو
صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی
کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے
ہیں۔" (فتح اسلام صلا حاشیہ)

اِسی ضمن میں ایک اور موقعہ پر آپؑ نے نہایت تحدی کے ساتھ فرمایا ہے کہ کسرِ صلیب کا یہ کام میرے ذریعہ ہوگا اور یہ خدائی وعدہ نامساعد حالات کے باوجود ظہور پذیر ہو کر رہے گا۔ آپؑ نے فرمایا:۔

"بظاہر عیسائی مذہب کی اشاعت
اور ترقی کے جو اسباب ہیں وہ
انسان پرست انسان کو کبھی یقین
نہیں دلاتے کہ اس مذہب کا
استیصال ہو جاوے گا مگر ہم
کو اس کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا
ہے اور میرے ہاتھ پر مقدر
ہے کہ مَیں دنیا کو اس عقیدہ
سے رہائی دلاؤں۔"
(ملفوظات جلد ششم ص۲۴۷)

کسرِ صلیب سے مراد

کسرِ صلیب کے لفظی معنی تو صلیب توڑنے کے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسیح موعود ان لکڑی، لوہے، سونے کی صلیبوں کو توڑتا پھرے گا جو گرجا گھروں کے اُوپر لگی ہوتی ہیں یا عیسائی اپنے سینوں پر لٹکائے پھرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنا ایک بے معنی، بے فائدہ اور لغو کام ہے اور انبیاء کی شان اس سے بہت بالا ہے۔ کسرِ صلیب کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ مسیح موعود اس مذہب کو اور اس کے عقائد کو باطل ثابت کرے گا جس کا ظاہری نشان صلیب ہے۔ صلیب عیسائیت کا نشان ہے اور کسرِ صلیب کا یہ مطلب ہے کہ عیسائیت کو باطل ثابت کر دیا جائے۔ جب عیسائیت کا بطلان ثابت ہو جائے گا تو صلیب خود بخود بے حقیقت ہو کر رہ جائے گی۔ پس مسیح موعود کے ذریعہ کسرِ صلیب کا یہ مفہوم ہے کہ وہ اس مذہب کا ایسا کامیاب مقابلہ کرے گا اور اس شان کے ساتھ اس کے دلائل کا رد پیش کرے گا کہ یہ مذہب من حیث المجموع باطل اور بے حقیقت ہو کر رہ جائے گا۔

کسرِ صلیب کے یہ معنے بعض گزشتہ علماء نے بھی کئے ہیں۔ چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے ص۲۲ پر کسرِ صلیب کے معنوں میں لکھا ہے کہ:۔

"اَیْ یُبْطِلُ النَّصْرَانِیَّةَ"

یعنی وہ مسیح موعود نصرانی مذہب (عیسائیت) کو باطل ثابت کر دے گا۔

کسرِ صلیب کے حقیقی مفہوم کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند حوالہ جات

درج ذیل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱)

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ صحیح بخاری میں آنے والے مسیح کی نسبت جو لکھا ہے کہ یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر.... تو اس کے یہ معنے نہیں کہ مسیح جب آوے گا تو پھرتا رہے اور لکڑی وغیرہ کی صلیبوں کو جو پیسے پیسے کی فروخت ہوتی ہیں توڑتا پھرے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلیبی مذہب کی بنیاد کو توڑے گا۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۵۵)

(۲)

"کسر صلیب کا جو لفظ حدیثوں میں آیا ہے وہ بطور مجاز کے استعمال کیا گیا ہے اور اس سے مراد کوئی جنگ یا دینی لڑائی اور درحقیقت صلیب کا توڑنا نہیں ہے اور جس شخص نے ایسا خیال کیا اُس نے خطا کی ہے بلکہ اس لفظ سے مراد عیسائی مذہب پر حجت پوری کرنا اور دلائل واضح کے ساتھ صلیب کی شان کو توڑنا ہے۔"

(نجم الہدیٰ صفحہ ۳ حاشیہ)

(۳)

"حدیثوں میں جو ہے کہ مسیح موعود صلیب کو توڑے گا اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ درحقیقت صلیب کی صورت کو توڑے گا بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ ایسے دلائل اور براہین ظاہر کرے گا جن سے صلیبی اصول کی غلطیاں ظاہر ہو جائیں گی اور دانشمند لوگ اس مذہب کا کذب یقین کر لیں گے۔" (ایام الصلح صفحہ ۶)

(۴)

"صلیب کے توڑنے سے مراد کوئی ظاہری جنگ نہیں بلکہ روحانی طور پر صلیبی مذہب کا توڑ دینا اور اس کا بطلان ثابت کر کے دکھا دینا مراد ہے۔" (توضیح مرام صفحہ ۵)

(۵)

"صلیب کے توڑنے سے یہ سمجھنا کہ صلیب کی لکڑی یا سونے چاندی کی صلیبیں توڑی جائیں گی یہ سخت غلطی ہے۔ اس قسم کی صلیبیں تو ہمیشہ اسلامی جنگوں میں ٹوٹتی رہی ہیں۔ بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود صلیبی عقیدہ کو توڑے اور بعد اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشوونما

نہیں ہوگا۔ ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کا پیوند نہیں ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۲۵)

ان پانچ حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کسر صلیب سے مراد عیسائی مذہب کا بطلان ثابت کرنا ہے اور ایسے رنگ میں اس مذہب کی تردید مراد ہے کہ پھر دوبارہ اس مذہب کے احیاء کا سوال پیدا نہ ہو۔ کسر صلیب کا یہی وہ عظیم الشان مقصد ہے جس کی خاطر مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا اور اپنے خدا داد علم کلام کی روشنی میں عیسائی مذہب کے باطل عقائد کی تردید میں مسکت دلائل کا انبار لگا دیا۔

یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ کسر صلیب یعنی عیسائیت کے ابطال کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسیح موعود کی آمد کے بعد دنیا میں کوئی عیسائی بھی باقی نہ رہے گا اور سب کے سب یکدفعہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ کسر صلیب سے صرف یہ مراد ہے کہ عیسائیت بحیثیت مذہب مغلوب ہو جائے گی اور عظمت و شوکت سے تا ابد محروم ہو جائے گی۔ حضور نے اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

"یہ خیال بھی غلط ہے کہ کوئی عیسائی دنیا میں نہ رہے گا اسلام ہی اسلام ہوگا جبکہ خدا تعالیٰ خود قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ان کا وجود قیامت تک رہے گا مطلب یہ ہے کہ نصاریٰ کا مذہب ہلاک ہوگا اور عیسائیت نے جو عظمت دلوں پر حاصل کی ہے وہ مٹ جائیگی"

(ملفوظات جلد ششم ص۲۱۲)

کسر صلیب کے ذرائع

اگر یہ سوال ہو کہ کسر صلیب اپنے حقیقی معنوں کے اعتبار سے کس طرح اور کن ذرائع سے ہوگی تو اس کا جواب بھی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں ملتا ہے۔ حضور نے ایک موقعہ پر فرمایا:۔

"انزل مسیحہ الموعود لیکسر صلیب الاعداء وان ھذا الکسر لیس بسیف ولا سنان کما زعمہ فریق من عمیان بل الکسر کلہ بدلیل وبرھان وآیات من السماء والسلطان"۔

(لجۃ النور ص۱۳-۱۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ دشمنوں کی صلیب کو توڑ دے۔ یقیناً یاد رکھو کہ یہ کسر صلیب تلوار

یا تیروں کے ذریعہ نہیں ہوگی جیسے کہ بعض نادان خیال کرتے ہیں بلکہ یہ ساری کسرِ صلیب دلیل، برہان، آسمانی نشانات اور روحانی غلبہ کے ذریعہ ہوگی۔"

پھر ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا:۔

"طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو کیونکر اور کن وسائل سے کسرِ صلیب کرنا چاہیئے؟.... اس کا جواب یہ ہے.... مسیح موعود کا منصب .... یہ ہے کہ حججِ عقلیہ اور آیاتِ سماویہ اور دعا سے اس فتنہ کو فرو کرے۔ یہ تین ہتھیار خدا تعالیٰ نے اس کو دیئے ہیں اور تینوں میں ایسی اعجازی قوت رکھی ہے جس میں اس کا غیر ہرگز اس سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔"

(کتاب البریہ صفحہ ۳۰۵)

ان دو حوالوں سے ظاہر ہے کہ کسرِ صلیب کی غرض سے مسیح موعود کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص تائید و نصرت عطا کی جائے گی اور خدا تعالیٰ نے خود ایسے اسباب اور وسائل مہیا کرے گا جن سے کسرِ صلیب کا مقصد پورا ہوگا۔ یہ وسائل عقلی دلائل اور آسمانی نشانات کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کسرِ صلیب اور غلبۂ اسلام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی درد بھری دعاؤں کے نتیجہ میں عیسائیت کے مقابل پر اسلام کو ایک لازوال روحانی غلبہ عطا کرے گا جو قیامت تک جاری رہے گا اور اس طرح کسرِ صلیب کا مقصد بتمام و کمال پورا ہوگا۔

کسرِ صلیب کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کسرِ صلیب کا ظہور کس طرح ہوا؟ یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے۔ مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس عظیم مقصدِ بعثت کو پورا کرنے کے لئے اپنی مبارک زندگی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ایک طرف آپ نے غلبۂ اسلام اور عیسائیت کی شکست کی خاطر شبانہ دعاؤں سے عرشِ الٰہی کو ہلا دیا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اپنی اسّی سے زائد گرانقدر تصنیفات میں عیسائیت کے عقائد کی تردید میں پُر زور دلائل کو اس جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اب دلائل کے میدان میں یہ مذہب بے حقیقت ہو کر رہ گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی اس عظیم الشان مشن کی تکمیل کی خاطر وقف تھی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ

خدا کے اس برگزیدہ مسیح نے (خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اس مقدس وجود پر) عیسائیت کے خلاف ایسا فقید المثال جہاد کیا ہے کہ اس مذہب کا سارا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے آپ نے عیسائیت کے سارے باطل عقائد پر ایسے کاری وار کئے کہ عیسائیت اس ضربِ کلیمی کی تاب نہ لا کر اب اس دنیا سے رخصت ہو رہی ہے۔ عالمِ عیسائیت دن بدن سکڑتا چلا جا رہا ہے اور وہ دن قریب نظر آتے ہیں، جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیدا کردہ علمِ کلام کے نتیجہ میں سعید فطرت لوگ عیسائیت کو تیاگ کر اسلام اور احمدیت کے عافیت بخش سایوں میں جگہ تلاش کریں گے۔

بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک حوالہ پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"اسی طور سے صلیب توڑا جائے گا۔ یہانتک کہ ہر ایک محقق نظر سے اس کی عظمت اور بزرگی جاتی رہیگی اور رفتہ رفتہ توحید قبول کرنے کے وسیع دروازے کھلیں گے۔ یہ سب کچھ تدریجاً ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کے سارے کام تدریجی ہیں۔ کچھ ہماری حیات میں اور کچھ بعد میں ہوگا۔" (کتاب البریہ ص۳۰۵)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

"مسلمان کی تعریف"

احراری ہفت روزہ خدام الدین لاہور اپنے اداریہ زیرِ عنوان "کیا مرزائی بھی مسلمان ہیں؟" میں لکھتا ہے:۔

"مسلمان سے مراد وہ شخص ہے جو خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک اور احکم الحاکمین مانتا ہو اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں معنی خاتم النبیین تسلیم کرتا ہو کہ آپ کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوت کرنے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ مسلمانوں کے مسلّمہ اسلامی فرقوں دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہلحدیث کے نزدیک مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔" (۳ اپریل ۱۹۷۰ء)

گویا مسلمان کی تعریف اور اس کا فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہوگا بلکہ "مسلّمہ اسلامی فرقوں" کے زعم کے مطابق ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ ان فرقوں کا "مسلّمہ" ہونا کس طرح ثابت ہوگا جبکہ ان میں سے ہر فرقے نے دوسرے کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے رکھا ہے، انکے ایسے فتووں کے انبار موجود ہیں؟ احراری خود ساختہ "تعریف" میں بایں معنی سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس میں "بایں معنی" کی پخ نہ لگائی جائے۔ گویا ان لوگوں کے نزدیک مسلمان کہلانے کے لئے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کافی نہیں؟ آہ! احمدیوں کو غیر مسلم ٹھہرانے کے لئے مولویوں کو کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں +

وہ کاسرِ صلیبؑ محمدؐ کا ہے غلام

(جناب سیّد ادریس احمد صاحب عاجز عظیم آبادی)

افواجِ کفر کی وہ تھی یورش کہ الاماں   نرغے میں دشمنوں کے تھا اسلام بے گماں
ہوتی تھیں دینِ پاک پر وہ نکتہ چینیاں   اعدائے حق کی دیکھ کر یہ چیرہ دستیاں

مجروح دل تھے مومن نیکو شعار کے
لڑیاں بندھی تھیں آنکھ سے آنسو کے تار کے

اللہ عزّ وجل کے ہیں الطاف بے حساب   کدعہ کی سرزمیں سے اُٹھا نور کا سحاب
دینِ محمدی کو ملی پھر وہ آب و تاب   حیراں ہوا قمر تو ہے شرمندہ آفتاب

جلووں سے جس کے ہو گئے روشن یہ بحر و بر
شیطان نے سمیٹ لئے اپنے بال و پر

اُمّت کا ہے مسیح وہ مہدیؑ نامدار   فرزندِ مصطفٰےؐ ہے وہ محبوبِ کردگار
تھامے ہوئے تھا ہاتھ میں قرآں کی ذوالفقار   دامانِ کفر کاٹ سے جس کی ہے تار تار

اک پیکرِ شجاعت و عزم و ثبات تھا
ہاں کیوں نہ ہو غلام شہِ کائنات تھا

افواجِ مصطفٰےؐ کا وہی ہے سپہ سالار   ہر اک قدم پہ نصرتِ حق جس کے ہمکنار
اللہ رے رعب و دبدبہ اور شوکت و وقار   باطل ہے جس کے سامنے مغلوب و دل فگار

لاریب بے گماں ہے خدا کا وہ پہلوان
جس کی گرفت سے ہوا شیطان نیم جاں

وہ کاسرِ صلیب محمدؐ کا ہے غلام
مامور ہے خدا کا۔ اُمّت کا ہے امام
جاری ہوئے ہیں جس سے محمدؐ کے فیض عام
افواج کفر و دجل کی ترکی ہوئی تمام

افواجِ محمدؐ کا کماندار یہی ہے
اب مومنوں کا قافلہ سالار یہی ہے

کافورِ کفر کی وہ شب تار ہو گئی
اب دینِ حق کی صبح نمودار ہو گئی
دنیا تمام نیند سے بیدار ہو گئی
نورِ خدا سے خلق ضیا بار ہو گئی

اُبھرا ہے پھر اُفق سے نبوّت کا آفتاب
پرتو فشاں ہے نورِ محمدؐ کی آب و تاب

باغِ محمدی میں پھر آئی بہار ہے
چاروں طرف جو دیکھئے تازہ نکھار ہے
خوشبوئے گُل کی لپیٹ سے فضا مشکبار ہے
بیخود و مست ہو گیا ہر ہوشیار ہے

اسلام پر جو دَورِ خزاں تھا گزر گیا
اوج و کمالِ دین کا اب وقت آ گیا

پھر غازیانِ دیں کا ہوا قافلہ رواں
ہر گام پر ہے فتح و ظفر جس کے ہمعناں
لہرایا مُلک مُلک میں توحید کا نشاں
ہیں گونجتی اذانوں سے یورپ کی وادیاں

اسلام کا ہی سکّہ چلے گا جہان میں
تقدیر اک اٹل ہے یہی آسمان میں

اب ہو گیا جہاں میں بپا ایک انقلاب
مغرب میں دینِ حق کا چمکتا ہے آفتاب
ماند ہو گئی ہے کفر و ضلالت کی آب و تاب
دنیائے رنگ و بو میں ہے اسلام فتحیاب

یہ دَورِ سعد مہدیٔ آخر زماں کا ہے
وقت زوال کفر کی بادِ خزاں کا ہے

ہمارا امام

(جناب چودھری شبیر احمد صاحب وکیل المال)

[مکرمی مخدومی مولینا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
۲۶ ر تبلیغ (فروری) کے حادثے کی مصیبت کے وقت حضور ایدہ اللہ نے دعاؤں اور شفقت کا جو اظہار فرمایا تو زبان پر مذکورہ اشعار آگئے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو الفرقان میں انہیں جگہ دیکر ممنون فرمائیں ——— والسلام خاکسار شبیر احمد]

مقدس مطہر ہمارا امام — جماعت کی آنکھوں کا تارا امام
دعاؤں کا منبع رحیم و کریم — مسیحا کا پوتا دلارا امام
عدو پہ بھی ہے اس کا لطف و کرم — سراسر ہے شفقت ہمارا امام
محبت سے ہر دل کو گھائل کیا — ملا ہے ہمیں کتنا پیارا امام
حیات آفریں اسکی ہے اک نظر — شکستہ دلوں کا سہارا امام
امیں تیس[۳۰] پاروں کا ہے اس کا دل — نہ ہو کیوں وہ اک ماہ پارا امام
ہمیں ایسے محبوب کے سامنے — نہیں اور کوئی گوارا امام
لگن خدمتِ دیں کی بخشی ہمیں — کہ ہے "ناصرِ دیں" ہمارا امام

فدا کیوں نہ ہوں اس پہ شبیر ہم
خدا نے دیا کتنا پیارا امام

مودودی جماعت کے تین موقف

(جناب کوثر نیازی صاحب کے قلم سے)

[جناب کوثر نیازی صاحب مدیر شہاب لاہور مودودی صاحب کی جماعت کے واقفانِ اسرار میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنی تازہ ترین تالیف بنام "مودودیت عوامی عدالت میں" میں اس جماعت کی "خدمتِ پاکستان" سے پردہ اُٹھایا ہے ــــ کتاب ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے قیمت ڈیڑھ روپیہ اور ملنے کا پتہ: مکتبہ شہاب چوک دربار روڈ لاہور ہے۔ تحریر مدلّل اور باحوالہ ہے۔ ہم اس تالیف کے آخری حصہ کو اپنے قارئین کے لئے حرف بحرف نقل کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)]

"قیامِ پاکستان کی بعد جہدمیں مودودی صاحب اور اُن کی جماعت نے جو روڑے اٹکائے ہیں اُن کی نشان دہی اور ان مغالطوں کی حقیقت کھول دینے کے بعد جنہیں یہ حضرات پاکستان دوستی کے لئے پیش کرتے رہتے ہیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں جماعت کے دعاوی کی ترتیب بھی قارئین کے سامنے بیان کر دی جائے۔

قیامِ پاکستان سے پہلے ۱۹۴۷ء تک جماعتِ اسلامی علی الاعلان تسلیم کرتی تھی کہ اس نے پاکستان کی مخالفت کی ہے۔ اس کی تحریک کو غیر اسلامی کہا ہے۔ چنانچہ ٹونک کے اجتماع میں (جس کا ذکر پیچھے گزر چکا) میاں طفیل محمد صاحب نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ جماعت کے افکار سے مسلمانوں کے قومی لیڈروں کے اعمال و کردار میں تو تبدیلی نہیں ہوئی" لیکن یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ جہاں وہ ایک طرف جماعت اسلامی کو بُرا بھلا کہتے ہیں کہ وہ ان کے قومی مقاصد کا ساتھ نہیں دیتی اور ان کو غلط اور غیر اسلامی کہتی ہے۔ دوسری طرف ان کی قومی جدوجہد کے قائدوں تک کی زبان سے اب یہ کلمات بھی نکلنے لگے ہیں کہ فی الواقع اسلام میں کسی شخص کو حاکمیت کا حق حاصل نہیں۔"

(روئداد حصہ پنجم ص۲۲)

پاکستان بننے کے بعد بھی شروع شروع میں جماعت کا یہی موقف تھا کہ تقسیم سے قبل اس نے جو پالیسی اختیار کئے رکھی ہے پوری قوم اس کی وجہ سے ناراض ہے۔ اگست ۴۸ء کے ترجمان القرآن میں مودودی صاحب نے لکھا:۔

"دوسری طرف جماعت (اسلامی) چونکہ خود مسلمانوں کی قومی تحریک سے بھی اسی طرح کنارہ کش تھی جس طرح کانگریس وطن پرستی کی تحریک سے الگ رہی تھی۔ اس لئے بجز ایک قلیل گروہ کے جو اسلام کے اصولوں کو فی الواقع سمجھتا اور اس کا سچا قدردان تھا۔ قوم کی قوم جماعت سے شاکی اور ناخوش تھی اس لئے جماعت کے لئے یہ سخت مشکلات اور شدید آزمائش کا وقت تھا۔"

(صفحہ ۲۹۱)

آگے چل کر جماعت نے اس موقف میں یہ تبدیلی کر لی کہ وہ اس کا تو اعتراف کرنے لگی کہ تحریک پاکستان میں اس کا کوئی حصہ نہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا جاتا کہ ہم اس تحریک سے غیر متعلق رہے تھے۔ نہ اس کے حامی تھے نہ اس کے مخالف۔ ترجمان القرآن نومبر ۶۲ء میں لکھا گیا:-

"ہم اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ تقسیم ملک کی جنگ سے ہم غیر متعلق رہے ہیں۔ اس کارکردگی کا سہرا ہم صرف مسلم لیگ کے سر باندھتے ہیں اور اس میدان میں کسی حصے کا اپنے آپ کو دعویدار نہیں سمجھتے۔" (صفحہ ۱۹)

اور اب آخری موقف یہ ہے کہ جماعت نے یکلخت تحریک پاکستان اور نظریۂ پاکستان کا سہرا اپنے سر باندھنا شروع کر دیا ہے۔ میاں طفیل نے دعویٰ کیا ہے کہ اس باب میں جو خدمات مودودی صاحب نے انجام دی ہیں وہ دوسرے تمام راہنماؤں کی خدمات پر بھاری ہیں۔ قائد اعظم اور مودودی صاحب کے تعلقات کا چرچا کیا جا رہا ہے۔ اور خیر سے خود مودودی صاحب نے بھی بنفس نفیس یہ چیلنج کر دیا ہے کہ کسی میں ہمت ہے تو ثابت کرے کہ میں نے کبھی بھی تحریک پاکستان کی مخالفت کی ہے۔

جماعت اور مودودی صاحب کی اس دیدہ دلیری اور سینہ زوری کو بے نقاب کرنے کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے لئے باقاعدہ قانونی عدالت سے رجوع کیا جائے اور دوسرا یہ کہ کیس عوامی عدالت میں پیش کر دیا جائے۔

جماعت کا معمول یہ ہے کہ جب بھی اس کے بارے میں غیر ملکی امداد یا اس طرح کی کوئی دوسری بات کی جاتی ہے تو اس کے ہم نوا اخبارات و جرائد چیخنے لگتے ہیں کہ اس الزام کو عدالت میں ثابت کرو۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ جماعت کی اس اپنی خواہش کے مطابق جماعت کی پاکستان دشمنی کے بارے میں ہمارے پاس پہلے سے مغربی پاکستان ہائی کورٹ کا ایک فیصلہ موجود ہے۔ عدالت عالیہ نے یہ فیصلہ اپریل ۱۹۵۴ء میں سنایا تھا اور اسے اب سولہ سترہ سال ہونے کو ہیں۔ مگر جماعت نے ابھی تک ان

ریمارکس کے خلاف سپریم کورٹ میں کوئی اپیل دائر کرنے کی جرأت نہیں کی۔ عدالتِ عالیہ کا یہ بنچ چیف جسٹس مسٹر محمد منیر اور مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل تھا۔ فاضل ججوں نے اپنے فیصلہ میں لکھا:۔

"جماعت مسلم لیگ کے تصورِ پاکستان
کی علی الاعلان مخالف تھی اور جب
سے پاکستان قائم ہوا ہے جس کو
"ناپاکستان" کہہ کر یاد کیا جاتا ہے
یہ جماعت موجودہ نظامِ حکومت
اور اس کے چلانے والوں کی مخالفت
کر رہی ہے۔ ہمارے سامنے جماعت
کی جو تحریریں پیش کی گئی ہیں ان میں
سے ایک بھی نہیں جس میں مطالبۂ
پاکستان کی حمایت کا بعید سا اشارہ
بھی موجود ہو۔ اس کے برعکس یہ تحریریں
جن میں کئی ممکن مفروضے بھی شامل ہیں
تمام کی تمام اس شکل کی مخالف ہیں
جس میں پاکستان وجود میں آیا۔ اور
جس میں اب تک موجود ہے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص۲۶۱)

لیکن چونکہ عدالتِ عالیہ کے اِس فیصلے کے باوجود جماعت نے اپنے بے پناہ سرمایہ سے پروپیگنڈا کا ایک طوفان اٹھا دیا ہے بعض اخبارات اپنی خفی وجلی مصلحتوں کے تحت اس پروپیگنڈا کے نا تو بس خصوصی بن چکے ہیں اس کے سوا چارہ نہیں کہ یہ کیس خود عوام کی عدالت میں پیش کر دیا جائے تاکہ وہ آنے والے الیکشنوں کے ذریعہ سے خود اس بات کا فیصلہ کر دیں کہ مودودی صاحب پاکستان کے دشمن ہیں یا دوست؟

مودودی صاحب میں اخلاقی جرأت ہوتی تو وہ پاکستان بننے کے بعد اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے قوم سے معافی حاصل کر سکتے تھے۔ اس فراخدل قوم نے بہت سے لوگوں کو بخش دیا ہے تو مودودی صاحب کو کیوں نہ معاف کرتی لیکن افسوس کہ سچائی کی راہ کو اختیار کرنے کے بجائے اس باب میں انہوں نے اپنے اس مشہور فتوے پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے کہ:۔

"راست بازی اور صداقت شعاری
اسلام کے اہم ترین اصولوں میں سے
ہے اور جھوٹ اس کی نگاہ میں بدترین
برائی ہے لیکن عملی زندگی کی بعض
ضرورتیں ایسی ہیں جن کی خاطر جھوٹ
کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ بعض حالات
میں اس کے وجوب تک کا فتویٰ دیا
گیا ہے۔"

(ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۸ء)

ہمیں آخر میں اپنے اہلِ وطن سے یہ عرض کرنا ہے کہ گزشتہ صفحات میں مودودی صاحب کا جو رول بیان کیا گیا ہے وہ اس کا غور سے مطالعہ کریں۔ جب تحریکِ پاکستان جاری تھی تو مودودی صاحب پاک و ہند کنفیڈریشن کا نظریہ لے کر مطلع

سیاست پر نمودار ہوئے تھے۔ کانگرس اور مسلم لیگ کی کشمکش میں یہ تجویز برطانوی سامراج کی مرضی کے عین مطابق تھی۔ آج جب کہ استحکام پاکستان کی جنگ لڑی جا رہی ہے "تحریکِ آزادیٔ ہند اور مسلمان" نامی ایک کتاب کے ذریعے سے مودودی صاحب کی اس تجویز کو پھر پھیلایا جا رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ آج پھر ایک سامراجی طاقت اسی منصوبے کو عملی جامہ پہنانا چاہتی ہے۔ کل بھی مودودی صاحب ایک سامراج کی خدمت کر رہے تھے اور آج بھی ایک سامراج کی خدمت کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہیں بے پناہ وسائل فراہم کئے گئے ہیں۔ تشدد ان کے فلسفہ کا سنگِ بنیاد اور جھوٹ ان کے مقاصد کی نشر و اشاعت کا ایک ذریعہ ہے۔ معاشی اصلاحات اور اسلام کے عدلِ عمرانی کے نفاذ کا مطالبہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ اس سے اسلام خطرے میں ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا پاکستانی قوم کا کام ہے کہ اسلام کے لئے اپنا حق مانگنے والے گنہگار مسلمان ہیں یا "مودودیت" نامی ایک "سیاسی مذہب" کے نام لیوا وہ نام نہاد صالحین جو اسلام کے نام پر اتنے بڑے بڑے جھوٹ بولنے سے بھی نہیں شرماتے؟" ٭

غزل

(جناب نذیر چوہدری صاحب لیہ ضلع مظفر گڑھ)

حالات کو اب درد کا احساس پکارے
پھیلے ہوئے ہر سمت ہیں جذبات ہمارے

دیوار کا سایہ بھی جہاں توبہ شکن ہے
اُس شہر چلے ہم بھی خدا خیر گزارے

حیراں ہیں اُنہیں دیکھ کے پھولوں کے طلبگار
بیٹھے ہیں گلستاں میں جو کانٹوں کے سہارے

یہ اہلِ بصارت کو بھی سمجھانا پڑے گا
ہیں چشمِ بصیرت میں بھی فطرت کے اشارے

ڈھونڈیں گے کسی روز خدا کو بھی یقیناً
انساں کی زد میں ہیں ابھی چاند ستارے

یاد ان کو دلانا نہ وفاؤں کے تقاضے
پتھر پہ لگے چوٹ تو نکلیں گے شرارے

اُتری ہے کوئی چیز تو لہروں میں نذیرؔ آج
بیٹھے ہوئے کچھ لوگ ہیں دریا کے کنارے

حاصلِ مُطالعہ

(از مکرم ملک محمود احمد صاحب عشرت لاہور)

(۱) آخر المشہورین

"آپ (یعنی حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ) غوث الاعظم حضرت سید محی الدین عبد القادر الجیلانیؒ کے ہمعصر تھے اور ان دونوں جلیل القدر بزرگوں میں گہرا باطنی رابطہ تھا۔ پہلی ملاقات پر حضرت غوث الاعظمؒ نے حضرت شیخ الشیوخ سے فرمایا۔

"یا عمر! انت اٰخر المشھورین بالعراق۔"

(اے عمر! تم عراق کے مشاہیر کے آخر ہو!)"

(روزنامہ امروز لاہور ۱۲ر مارچ ۱۹۷۰ء)

(۲) مسلح انقلاب سے باز رہنے کی پُرزور تلقین

جماعت اسلامی کے امیر جناب سید ابو الاعلیٰ مودودی نے برطانیہ میں کام کرنے والے عرب طلباء کی تنظیم کے رسالہ "الغرباء" کو ایک انٹرویو دیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں کہ مختلف ملکوں کی اسلامی تحریکات جبر و تشدد کی فضا میں کس طرح کام کریں؟ آپ نے کہا کہ:-

"یہ تو ہر ملک کی اسلامی تحریک کے کارکنوں اور قائدین کو خود طے کرنا چاہیئے کہ جن حالات سے اُن کو سابقہ درپیش ہے اُن میں وہ کس طرح کام کریں۔ لیکن میری قطعی رائے ہے کہ ان کو خفیہ تحریکات اور مسلح انقلاب کی کوششوں سے پرہیز کرنا چاہیئے اور ہر طرح کے خطرات اور نقصانات برداشت کر کے بھی اسلام کی دعوت کھُلے بندوں پیش کرنے کا راستہ ہی اختیار کرنا چاہیئے خواہ اس کے نتیجہ میں ان کو قید و بند سے دوچار ہونا پڑے یا پھانسی کے تختے پر چڑھ جانے کی نوبت آجائے۔" (امروز ۱۳ر مارچ ۱۹۷۰ء)

(۳) امید کی آخری کرن ــــ پاکستان

مودودی جماعت کے امیر مغربی پاکستان کا قول ہے:-

"پاکستان اسلامی دنیا کے لئے امید کی آخری کرن ہے لہٰذا ہر محب وطن مسلمان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس شمع کو فروزاں رکھے۔"

(نوائے وقت لاہور ۳ر مارچ ۱۹۷۰ء)

سُورۃُ المائدہ ع

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کیساتھ

مائۃ وعشرون اٰیۃ	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○	سُورۃُ المائدۃ مدنیۃ وھی

اللہ کے نام سے (پڑھتا ہوں) جو بے انتہا کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ اُحِلَّتْ لَكُمْ

اے ایماندارو! اپنے تمام عہدوں کی ایفاء کرو۔ تمہارے لئے

بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ

چوپائے جانور حلال قرار دیئے گئے ہیں سوائے انکے جن کا ذکر تم پر پڑھا جا رہا ہے۔ تم شکار کرنے کو جائز قرار دینے والے نہ ہو

وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۬ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ○ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ

درحالیکہ تم نے (حج کا) احرام باندھ رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرماتا ہے اسی کا حکم دیتا ہے۔ اے

اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ

ایماندارو! اللہ تعالیٰ کے شعائر کو حلال نہ ٹھہراؤ۔ ایسا ہی عزت والے مہینوں اور حج کی قربانیوں

تفسیر۔ سورۃ المائدہ مدنی سورۃ ہے۔ اس میں تمدنی احکام کی تفصیل مذکور ہے۔ المائدۃ کا لفظ مَادَ یَمِیْدُ سے اسم فاعل مؤنث ہے۔ اس کے معنے ہیں مید بھا صاحبھا من خیر (البخاری) کہ جسے مائدہ ملے اُسے خیر و برکت اور طعام دیا جاتا ہے۔ لغوی طور پر المائدۃ دستر خوان کو اس وقت کہتے ہیں جب اس پر کھانا موجود ہو۔ (الکشاف)

سورہ مائدہ کے رکوع اوّل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ پانچ لمبی آیات ہیں پہلی آیت میں

وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ

اور ان کے گلے کے ہاروں کو حلال نہ ٹھہراؤ۔ نیز ان حاجی لوگوں کی بے حرمتی مت کرو جو بیت الحرام کا قصد کئے ہوئے ہیں

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ

وہ اپنے رب کے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ ہاں جب تم احرام کھول دو تو تم شکار کر سکتے ہو۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

تمہیں کسی قوم کی دشمنی اور بغض اس بناء پر کہ انہوں نے تم کو عزت والی مسجد سے روکا تھا اس امر پر آمادہ نہ

الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪

کرے کہ تم ان سے سلوک میں حد سے تجاوز کر جاؤ۔ تم ہمیشہ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

گناہ اور تعدّی پر ایک دوسرے کے مددگار مت ہو۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ

یقیناً اللہ تعالیٰ سخت مواخذہ کرنے والا ہے۔ تم پر

اصولی ہدایت ہے کہ مومن کا فرض ہے کہ اپنے عہد کو پورا کرے۔ لفظ العقُود عَقْد کی جمع ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور رسول کے ساتھ کئے گئے عہدِ بیعت اور دوسرے تمام عہد بھی شامل ہیں، باہم معاہدات بھی شامل ہیں سب کا ایفاء ضروری ہے۔ بھیمۃ الانعام سے مراد ازروئے لغت اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری ہیں۔ بھیمۃ ہر اس جاندار کو کہتے ہیں مَالَا نُطْقَ لَہٗ۔ جو بول نہ سکے۔ عرفی طور پر درندوں اور پرندوں پر اسکا اطلاق نہیں ہوتا (المفردات)
اس آیت میں یہ بھی حکم ہے کہ حج کا احرام باندھنے والے شکار نہیں کر سکتے۔

دوسری آیت میں تمام شعائر اللہ کی تعظیم کو ضروری قرار دیا ہے۔ شعائر کا لفظ شُعِیْرَۃٌ کی جمع ہے یعنی خداشناسی کے ذرائع۔ اس جگہ حج کے متعلق شعائر کا ذکر فرمایا ہے۔ عزت والے چار مہینے مقرر ہیں۔

الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ

مُردار، بہنے والا خون، سؤر کا گوشت، اور وہ جانور جن پر اللہ کے غیر کا نام پکارا گیا ہو

اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَ

حرام کئے گئے ہیں نیز گلا گھونٹ کر مارا جانے والا، لاٹھی سے مارا ہوا، رگر کر مرجانے والا،

النَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ

سینگ لگنے سے مرجانے والا جانور بھی حرام ہے۔ پھر جس جانور کو درندہ کھالے وہ بھی حرام ہے سوائے اسکے کہ تم اسے ذبح ہونے کی حالت میں پاکر

عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ

نیز جو جانور تھانوں پر ذبح کئے جائیں وہ بھی حرام ہیں۔ تیروں سے تمہاری مشرکانہ تقسیم بھی حرام ہے۔ یہ سب نافرمانیاں ہیں۔

الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

آج کافر تمہارے دین اور تمہاری شریعت کے بارے میں مایوس ہوگئے ہیں پس ان سے خوف مت کرو

وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ

صرف مجھ سے ہی ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا

ذوالقعدہ، ذوالحجۃ، المحرم، رجب ان میں جنگ منع ہے۔ حج کی قربانیوں اور ان کے گلے کے ہاروں کو بھی قابلِ عظمت قرار دیا ہے۔ نیز حجاج کی جان و مال کی حفاظت کو بھی فرض ٹھہرایا ہے۔ حج سے فراغت کے بعد احرام کھول دینے پر شکار نہ کرنے کی پابندی اُٹھ جاتی ہے۔ اِس آیت کے آخری حصہ میں تین زرّیں اصولی ہدایات دی ہیں (۱) کسی مجرم کی زیادتی تمہیں ایسا غصہ نہ دلائے کہ تم خود حد سے تجاوز کر جاؤ۔ (۲) ہمیشہ ایصالِ خیر اور دفعِ شر کے لئے دوسروں سے تعاون کرو (۳) کبھی بھی گناہ یا تعدّی کے لئے کسی کی اعانت نہ کرو۔

تیسری آیت میں محرّمات کا ذکر ہے۔ مردار، خون، سؤر کا گوشت، اللہ کے نام کے بغیر

نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ

کر دیا ہے اور دینِ اسلام کو تمہارے لئے بطور کامل دین پسند کر لیا ہے۔ پس جو شخص شدتِ بھوک کے باعث

مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

لاچار و مضطر ہو جائے بشرطیکہ وہ عمداً گناہ کی طرف جھکنے والا نہ ہو تو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَ

وہ لوگ تجھ سے دریافت کریں گے کہ انکے لئے کونسی چیزیں حلال ٹھہرائی گئی ہیں تو ان سے کہدے کہ تمہارے لئے تمام پاک اور طیب چیزیں

مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ

حلال قرار دی گئی ہیں نیز تم جن شکاری جانوروں اور پرندوں کو شکار کے لئے سدھاتے ہو تم ان کو اسی علم سے تعلیم دیتے ہو جو اللہ نے تم کو

اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا

سکھایا ہے۔ پس جو شکار وہ جانور تمہارے لئے روک رکھیں اسے تم کھا سکتے ہو ہاں اس پر اللہ کا نام یاد کرو اور اس کا تقویٰ

اللّٰهَ ۭ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ

اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے۔ آج تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال ٹھہرائی گئی ہیں۔

ذبح کئے جانے والے جانور، جن کا گلا گھونٹا گیا ہو یا جسے لاٹھی وغیرہ سے مارا گیا ہو یا جو گرنے سے مر گیا ہو یا سینگ لگنے سے مر گیا ہو یہ سب حرام۔ آخری چار تو گویا ایک رنگ میں اَلْمَيْتَة کی تشریح ہی ہے۔ جس جانور پر درندہ حملہ کرے اور اسے کھانا شروع کر دے وہ بھی حرام ہے سوائے اس صورت کے کہ تم اسے زندہ پا کر ذبح کر لو۔ تھانوں یعنی غیر اللہ کی عبادت کے ٹھکانوں پر جو جانور ذبح ہوں وہ بھی حرام ہیں۔ اور قمار بازی، تیروں کی تقسیم کی صورت میں بھی حرام ہے۔ ان محرمات میں مضطر کے لئے استثناء ہے مضطر اسے کہتے ہیں جو بھوک سے لاچار ہو اور اسے موت در پیش ہو۔ وہ بقدرِ ضرورت حرام غذا استعمال کرے تو معذور قرار پائے گا۔

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ز

نیز ان لوگوں کا (تیار کردہ) کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے اور تمہارا کھانا انکے لئے بھی جائز ہیں۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ

نیز تمہارے لئے پاکدامن مومنہ عورتوں اور پاکدامن اہل کتاب عورتوں سے جنہیں

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے نکاح کرنا جائز ہے وہ تمہارے لئے حلال ہیں جب تم اُن کے مہر ادا کر دو اور ان سے

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ

شادی باقاعدہ دائمی نکاح کی صورت میں کرنیوالے ہو شہوت رانی کرنیوالے یا خفیہ دوستی اختیار کرنیوالے نہ ہو۔ جو شخص بھی ایمان

بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ز وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ع ۵

کی بجائے کفر اختیار کریگا اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اس آیت میں اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کا اعلان ہر پہلو سے جامع ہے۔ گویا قرآنی شریعت ہی انسانی ضروریات کے لئے اب تا قیامت کامل ہے اسکے بعد کسی نئی شریعت کا سوال ہی نہیں۔

چوتھی آیت میں بتایا گیا ہے کہ مذکورہ محرمات کو چھوڑ کر جملہ طیبات حلال ہیں اور شکاری سدھائے ہوئے جانوروں کے ذریعہ کیا ہوا شکار بھی تمہارے لئے جائز ہے۔ اصل غرض تو تقویٰ ہے۔

پانچویں آیت میں پاکیزہ چیزوں کی حلت کا بیان ہے۔ پھر شادی بیاہ کے لئے پاکدامن عورتوں کا ذکر ہے۔ مومن عورتوں سے بھی نکاح ہو سکتا ہے اور کتابیہ پاکدامن عورتوں سے بھی مسلمان شادی کر سکتے ہیں لیکن یہ لازمی شرط ہے کہ مہر ادا کیا جائے اور شادی عارضی اور وقتی نہ ہو مستقل رشتہ ہو۔ اہل کتاب سے مواکلت کے تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔

گویا پاکیزہ کھانے اور پاکیزہ ازدواجی تعلقات اسلام کا امتیاز ہیں۔ اسی طور سے انسان تقویٰ کی زندگی بسر کر سکتا ہے +

(۱)

معجزہ شق القمر اور اکابرِ اُمّت

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

شق القمر کا بے مثال معجزہ جو محسن حضرت خاتم الانبیاء، ختم المرسلین، محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس انگلی کے اشارہ سے (جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی) وقوع میں آیا تھا، ہجرت سے قریباً پانچ برس پیشتر ۸ سنہ نبوی میں ظاہر ہوا۔ اس عظیم اعجازی نشان کی حقیقت و کیفیت کے متعلق اکابر اُمّت نے چودہ صدیوں میں مختلف نظریات پیش کئے ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ صحیحین میں آپ کی طرف منسوب یہ مشہور روایت درج ہے کہ "انشق القمر علیٰ عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فرقتین، فرقة فوق الجبل وفرقة دونه۔" آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑہ تو پہاڑ کے اُوپر رہا اور دوسرا اسکے نیچے۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت ابن عباسؓ اس واقعہ کو گرہن قرار دیتے تھے چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں زیر تفسیر سورہ قمر لکھا ہے کہ:۔ عن ابن عباس قال کسف القمر علیٰ عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا سحر القمر فنزلت اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ یعنی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند گرہن ہوا۔ اہلِ مکہ نے کہا کہ چاند پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اس پر آیت "اقتربت الساعة وانشق القمر" کا نزول ہوا۔

۳۔ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت الشیخ الاکبر نے اپنی تفسیر میں شق القمر کی بعض لطیف توجیہات بیان فرمائی ہیں لکھتے ہیں:۔

(اوّل) انما کان انشقاق القمر اٰیة قرب القیامة الکبریٰ لان القمر اشارة الی القلب لکونه ذا وجهین وجه مظلم یلی النفس واٰخر منوّر یلی الروح ولاستفادته النور من الروح کاستفادة القمر النور من الشمس۔" (دوم) "ان حملت علیٰ دور الظهور الذی هو زمان المهدی المبعوث فی نسمها

فانشقاق القمر انفلاقه عن ظهور محمد عليه السلام لظهوره فی دور القمر" (سوم) "وان حملت علی المتخری فالقمر هو البدن لاستفاته نور الشعور والحياة من شمس الروح"۔ (تفسیر الشیخ الاکبر جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

یعنی چاند کا پھٹنا قیامتِ کبریٰ کے قرب کی نشانی ہے کیونکہ چاند سے اشارہ دل کی طرف ہے جس کے دو رُخ ہیں۔ ایک تاریک جو نفس کے ساتھ ہے دوسرا روشن جو روح سے وابستہ ہے۔ دل روح سے اس طرح نور حاصل کرتا ہے جس طرح چاند سورج سے۔ اور اگر اس نشان کو ظہور کے اس دَور پر محمل کیا جائے جو اس مہدی کا زمانہ ہے جو اس کی روح میں مبعوث ہوگا تو انشقاقِ قمر کے معنی یہ ہوں گے کہ امام مہدی ظہور محمدی سے جدا ہو کر دَورِ قمر میں ظاہر ہوگا۔ اور اگر انشقاق کو عالمِ صغیر پر محمول کیا جائے تو قمر سے مراد بدن ہے کیونکہ وہ روح کے آفتاب سے شعور اور زندگی کا نور حاصل کرتا ہے۔

۵۔ حضرت امام غزالیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک یہ کشفی نظارہ تھا۔ چنانچہ علامہ سلیمان ندوی سیرت النبی جلد سوم (صفحہ ۲۸۵) میں لکھتے ہیں:۔ کہ بعض متکلمین نے جن میں ایک شاہ ولی اللہ صاحب بھی ہیں لکھا ہے اور امام غزالی کا بھی ادھر ہی رجحان معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت چاند میں شگاف نہیں ہوا تھا بلکہ لوگوں کو ایسا نظر آیا۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں سأل اهل مكة اٰية فاراهم القمر فرقتين (صحیح مسلم) اہلِ مکہ نے آپؐ سے نشانی طلب کی تو آپؐ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کی صورت میں دکھایا۔

۶۔ بعض بزرگانِ سلف نے "انشقاقِ قمر" کو مجاز قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ انشق القمر عرب کی زبان میں کسی بات کے ظاہر ہونے پر بطور مثل کے بولا جاتا ہے اور قمر سے روشن چیز کو تشبیہ دیا کرتے ہیں اور انشقّ کے معنی واضح ہونے کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ یہ بات بالکل چاند کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ (مولوی محمد عبد الحق حقانی نے تفسیر حقانی جلد ۷ میں اور علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح البیان جلد ۹ میں اس نظریہ کا ذکر فرمایا ہے۔)

۷۔ عہدِ حاضر میں مہدیٔ دَوراں مسیح زماں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "معجزہ شق القمر" کی نسبت جس تفصیل سے روشنی ڈالی ہے وہ آپؑ ہی کا حصہ ہے۔ اس ضمن میں حضور کے قلم مبارک سے اس بے نظیر معجزۂ آسمانی کے بعض اہم پہلو ہدیۂ قارئین کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

(الف) "شق القمر کا عالی شان معجزہ جو خدائی ہاتھ کو دکھلا رہا ہے قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی انگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا .... معجزات ہمیشہ خارق عادت ہی ہوا کرتے ہیں ورنہ وہ معجزے کیوں کہلائیں۔ اور علاوہ اس کے علم ہیئت کی کس نے اب تک حدبست کر لی ہے۔ ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جن کے بھید کچھ بھی سمجھ نہیں آتے اور ایسے خارق عادت طور پر ظاہر ہوتے ہیں کہ عقل ان میں حیران رہ جاتی ہے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۴۰-۴۲)

(ب) "کیا ممکن نہیں کہ اس میں حکیم مطلق نے انشقاق و اتصال کی دونوں خاصیتیں رکھی ہوں جن کا ظہور اوقاتِ مقررہ سے وابستہ ہو اور ازلی ارادہ سے وہی وقتِ ظہور مقرر ہو جبکہ ایک نبی سے ایسا معجزہ مانگا گیا۔"

(سرمہ چشم آریہ ص۲۲۹)

(ج) "یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کی قوتِ قدسیہ کے اثر سے دیکھنے والوں کو کشفی آنکھیں عطا کی گئی ہوں اور جو انشقاق قرب قیامت میں پیش آنے والا ہے۔ اس کی صورت اُن کی آنکھوں کے سامنے لائی گئی ہو کیونکہ یہ بات محقق ہے کہ مقربین کی کشفی قوتیں اپنی شدتِ حدت کی وجہ سے دوسروں پر بھی اثر ڈال دیتی ہیں۔ اس کے نمونے اربابِ مکاشفات کے قصوں میں بہت پائے جاتے ہیں۔ بعض اکابر نے اپنے وجود کو ایک وقت اور ایک آن میں مختلف ملکوں اور مکانوں میں دکھلا دیا ہے باذن اللہ تعالیٰ۔"

(سرمہ چشم آریہ ص۲۲۹-۲۳۰)

(د) "یہ ایک پرانا نشان چلا آتا تھا جو اس وقت پورا ہوا ہے ..... بعض محدثین کا مذہب یہ بھی ہے کہ شق القمر بھی ایک قسم خسوف کا تھا ..... اور ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ از قسم خسوف تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء اس طرف گئے ہیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم ص۳۹۱)

چند قابلِ توجّہ اقتباسات

(از مکرم طاہر محمود احمد صاحب زیروی ابن جناب ثاقب زیروی مدیر "لاہور")

کتاب "نشانِ منزل" مَیں نے اس ہفتے پڑھی ہے یہ کتاب پاکستان کے ممتاز صحافی حمید نظامی مرحوم کے افکار و مشاہدات کے بارے میں ہے۔ اسے اُن کی بیگم محمودہ حمید نظامی نے ترتیب دیا ہے۔ اس میں اُن کی ڈائری کے کچھ ورق ہیں، کچھ بیرونی ملکوں کے سفر کے بارے میں تاثرات ہیں، کچھ اُن کے اداریئے، ایک طویل خط اور کچھ اُن کے مداحوں کے مضامین ـــــ مَیں نے اس کتاب میں سے کچھ باتیں قارئین الفرقان کے لئے چُنی ہیں جو پیش کر رہا ہوں :-

ـــــ(۱)ـــــ

۱۱ر مئی ۵۴ء ـــــ "صبح سوا آٹھ بجے ہوائی جہاز پیرس سے اُڑا اور پونے گیارہ بجے میونخ پہنچا۔ . . . . . ایک یہودی اسی ہوائی جہاز میں دی آنا جا رہا تھا۔ . . . . . مذکورہ بالا یہودی کوئی یہودی عالم تھا اور سیاسی آدمی۔ چوہدری ظفر اللہ خان کی سخت مذمت کرتا تھا مگر اُن کی قابلیت کا بے حد مداح تھا۔ دی آنا پریس اسمبلی میں ایک اسرائیلی اخبار کا ایڈیٹر بھی آیا ہُوا ہے یہ شخص بھی ظفر اللہ خان کو بُرا بھلا کہتا تھا مگر یہ بھی کہتا تھا کہ یُو۔ این کے عرب مُلکوں میں قابلیت کے لحاظ سے کوئی شخص ظفر اللہ خان کا پاسنگ نہیں ـــــ"

ـــــ(۲)ـــــ

واشنگٹن ۲۶ر مئی ۵۴ء ـــــ "پانی کے قضیہ کے سلسلہ میں جو وفد پاکستان سے یہاں آیا ہُوا تھا اس کے متعلق افسوسناک باتیں سُننے میں آئیں کئی اصحاب سے یہ سُنا کہ وفد کے لیڈر کام کی بجائے عیاشی میں مصروف رہے۔ انہوں نے ایک اعلیٰ درجہ کے ہوٹل کا بہترین حصہ ریزرو کرایا تھا اور کہا یہ گیا تھا کہ یہ کانفرنسوں کے لئے ہے مگر وہاں عیاشی ہوتی رہی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ پانی کے قضیہ میں پاکستان کو سخت ہزیمت ہوئی ـــــ"

ـــــ(۳)ـــــ

واشنگٹن ۲۷ر مئی ۵۴ء ـــــ "آج رات افغان سفیر کے ہاں ڈنر تھا۔ . . . . . یہاں ایک مسلمان مُلک کے سفیر سے باتیں ہوئیں۔ اُن کو یہ قلق تھا کہ واشنگٹن کی مسجد کی تکمیل میں تعویق ہو رہی ہے لطف یہ ہے کہ جس وقت وہ اس قلق کا اظہار کر رہے تھے شراب کا گلاس اُن کے ہاتھ میں تھا ـــــ"

(۴)

شکاگو بارہ[۱۲] جون سنہ ۵۴ء ..."یہ لوگ روحانی سہارے ڈھونڈتے ہیں۔ میں نے چند روزہ قیام میں یہی دیکھا کہ مذہب کی جانب رجوع بڑھ رہا ہے اور گرجوں میں حاضری روز افزوں ہے گر مسیحیت اب ایک بے جان مذہب ہے۔ یہ لوگ خود محسوس کرتے ہیں کہ یہ مذہب اُن کی روحانی تشنگی کی تسکین کا کوئی سامان نہیں کر سکتا۔ اسلام کو ہم مسلمانوں نے مسخ کر دیا مگر ہم مسلمانوں کی تمام کمزوریوں کے باوجود اسلام ایک جاندار مذہب ہے اور اس کی جاندار تعلیمات ایک ایسے امریکی کو جو مادی نظام کی چکاچوند سے گھبرا اُٹھا ہو بڑی اپیل کرتی ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ کوئی ادارہ یا گروہ ایسا نہیں جو اسلام کا پیغام اس نئی دنیا تک پہنچائے۔ اسلامی ملکوں کے جو نمائندے یہاں آتے ہیں، اِلَّا ماشاء اللہ اسلام کا کچھ اچھا نمونہ پیش نہیں کرتے۔ "امریکن عرب" خود اسلام سے بہت دُور ہیں۔ اور یہاں کوئی اسلامی مشن نہیں ہے۔ البتہ قادیانی جماعت یہاں اپنا کام کئے جا رہی ہے۔ مسلمان شور بہت مچاتے ہیں مگر ٹھوس کام نہیں کرتے۔ یہ قادیانی خاموشی سے ہر جگہ اپنا کام کئے جاتے ہیں۔ قادیانیوں کا یہاں ایک چھوٹا سا مرکز ہے اور مسٹر ظفر اللہ جب کبھی یہاں آتے ہیں سُنا ہے اس مرکز میں ایک تقریر ضرور کرتے ہیں ——"

(۵)

قاہرہ ۲۷ر جولائی سنہ ۵۴ء

"—— ہوٹل میں سوٗر اور شراب کی وہی فراوانی ہے جو کسی یوروپی ہوٹل میں ممکن ہے۔ اگر خاص طور پر منع نہ کیا جائے تو سوٗر ضرور کھانے میں ملے گا۔ اخلاق کا بھی پہلے ہی دن المناک مشاہدہ ہوا۔ صبح صبح ایک عرب صاحب ملے۔ وضع قطع سے تعلیم یافتہ۔ کہنے لگے میں اِس ہوٹل کا مستقل گائیڈ ہوں میری خدمات حاضر ہیں۔ ہر ایک کی خدمت کرتا ہوں مگر آپ پاکستانی مسلمان بھائی ہیں آپ کی خدمت سے زیادہ خوشی ہوگی۔ ہر چیز دکھاؤں گا۔ اور آخر میں اشارۃً تان اِس پر ٹوٹی کہ شوق ہو تو رات کو اچھی سے اچھی جگہ لے جا سکتا ہوں یہاں کی لڑکیاں بڑی خوبصورت ہیں۔ میں نے کہا مولانا آپ نے ایک غریب الدیار مسلمان بھائی سے اتنی ہمدردی کا اظہار کیا ہے بے حد شکریہ۔ مجھے گائیڈ کی ضرورت نہیں ہے ——"

ایڈیٹر کی ڈاک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

محترمی مکرمی ابو العطاء صاحب جالندھری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

"گورونانک جی کی تصاویر" پر مضمون محترم جناب گیانی عباد اللہ صاحب کی قلم سے لکھا ہوا مارچ سنہ ء کے شمارہ الفرقان ربوہ میں نظر سے گزرا۔ میں جیسا کہ آپ کو علم ہے پٹیالہ شہر کا رہنے والا ہوں۔ میرے والد حضرت حاجی محمد صدیق صاحب مرحوم و مغفور اپنی برادری میں اکیلے احمدی ہوئے تھے۔ ہماری برادری میں ایک صاحب محمد بشارت صاحب گزرے ہیں۔ یہ صاحب میرے والد مرحوم کی سالی کے میاں (خاوند) تھے۔ یہ زندگی بھر مہاراجہ پٹیالہ بھوپندر سنگھ کے سرکاری آرٹسٹ رہے ہیں۔ میں جب کبھی پٹیالہ جاتا تھا اُن کے گھر بھی جایا کرتا تھا جب کبھی میں ان سے جا کر ان کی بیٹھک میں ملا اُن کو بابا نانکؒ کی یا مہاراجہ بھوپندر سنگھ کی تصاویر بناتے پایا۔ یہ ہاتھی دانت پر اپنے ہاتھ سے تصاویر بنایا کرتے تھے۔ ایک دو مرتبہ انہوں نے مجھے بابا نانکؒ کی تصاویر جو مہاراجہ کے محلات سے آئی ہوئی تھیں دکھائیں اُن میں بابا نانکؒ کی مسلمانوں کی طرح لبیں کٹی ہوئی تھیں۔ وہ فرمانے لگے محلات سے یہ کہا گیا ہے کہ ان تصاویر میں بابا نانک کے لبوں پر مونچھوں کے بال گرے ہوئے دکھاؤ۔ اب میں جتنی تصاویر بابا نانکؒ کی بنا کر محلات میں بھیجتا ہوں اُن میں لبیں کٹی ہوئی نہیں دکھاتا بلکہ بال بڑھے ہوئے لبوں خاص کر اُوپر کے لبوں پر گرے ہوئے دکھاتا ہوں۔ یہ سکھ قوم اس طرح تاریخ کو بدل رہی ہے۔ عرصہ کے بعد جب یہ تصاویر محلات سے باہر نکلیں گی تو مستند سمجھی جائیں گی اور پُرانی بنی ہوئی تصاویر غیر مستند ٹھہریں گی۔ جو وہ کہتے تھے درست ہی تھا یہی وجہ ہے کہ آج سکھ قوم کو بابا نانکؒ کی ہزاروں تصاویر جمع کرنے پر بھی بابا نانکؒ کی صحیح اور اصلی تصویر نہیں مل رہی۔ الفرقان میں شائع کردہ تصویر جس میں لبیں تراشی ہوئی ہیں واقعی صحیح اور اصلی ہے۔ میں نے جو پُرانی تصاویر محلات سے نکلی ہوئی (جو بشارت صاحب کے پاس درستی کے لئے آئی ہوئی تھیں) دیکھی تھیں وہ ایسی ہی تھیں۔ یہ بات چونکہ مجھے معلوم تھی برائے ریکارڈ تحریر خدمت ہے۔ فقط والسلام

احقر شیخ عبد الرحمٰن

ریٹائرڈ سیکشن افسر حکومت پاکستان

حیاۃُ اَبی العطاء

میری زندگی

چند منتشر یادیں —!

اساتذہ کرام کی شفقت کا تذکرہ

استاد، قابل اور ہمدرد استاد ایک نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مدرسہ احمدیہ قادیان کے لئے ایسے ہی اساتذہ مہیا فرمائے تھے جو عالم باعمل تھے اور طلبہ کے نہایت درجہ خیر خواہ بھی تھے ان دنوں جب میں مدرسہ احمدیہ میں (۱۹۱۶ء میں) داخل ہوا تھا سیدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحبؓ افسر مدرسہ تھے۔ جن کی شفقت و ہمدردی کو سب جانتے ہیں۔

پہلی جماعت میں قرآن مجید، حدیث، عربی ادب حتیٰ کہ انگریزی، حساب اور جغرافیہ پڑھانے والے اساتذہ بھی دعاگو اور تہجد گزار ہوتے تھے۔ نہایت محنت سے پڑھاتے تھے جس طالب علم کو کسی مضمون میں کمزور دیکھتے تھے اسے مدرسہ کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی پڑھاتے تھے۔ میں اب بھی حیران ہوں کہ اس زمانہ میں اساتذہ اس طوعی تعلیم کے لئے طلبہ سے کسی قسم کے معاوضہ یا ٹیوشن کے خواہاں نہیں ہوتے تھے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر وہ یہ طریق اختیار کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ پہلی جماعت میں ہی حضرت قاری غلام یاسین صاحب مرحوم نے محنت سے زائد وقت دے کر مجھے قرآن مجید پڑھایا ہے۔ حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ حال امیر جماعت احمدیہ قادیان اسی طرح زائد وقت میں عربی پڑھایا کرتے تھے۔

ان دنوں نصاب زیادہ ہوتا تھا۔ عام طور پر سال کے آخری حصہ میں قریباً سب اساتذہ ہی رات اور دن کے کسی حصہ میں زائد وقت دیکر نصاب ختم کراتے تھے۔ بایں ہمہ بعض اساتذہ کا کورس پورا نہیں ہوا کرتا تھا۔ وہ اس محنت کے ساتھ ساتھ طلبہ کے لئے درد دل سے دعائیں بھی کیا کرتے تھے۔ اس طریق کی وجہ سے طلبہ کے دلوں سے بھی اساتذہ کے لئے دعائیں نکلا کرتی تھیں اور ہم تو آج تک ان نیک اساتذہ کیلئے دعاگو ہیں اور انہیں ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

مجھے یاد ہے کہ جب ہم مولوی فاضل کلاس میں داخل ہوئے اور یہ ان دنوں مدرسہ کا آٹھواں سال ہوتا تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

رضی اللہ عنہ نے مسجد مبارک میں ایک دن سرسری طور پر فرمایا کہ اگر ان طلبہ کو یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل کے بغیر ہی مبلغین کلاس میں داخل کرلیا جائے تو کوئی ہرج نہیں۔ یہ ہوشیار ہیں سلسلہ کو مبلغین کی ضرورت ہے مولوی فاضل کی ڈگری کی ہمیں کیا ضرورت ہے؟ اس وقت کے ہیڈ ماسٹر شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے ہمیں یہ بات حضورؓ کے پیغام کے طور پر پہنچائی اور ہم جھٹ مولوی فاضل کلاس چھوڑ کر مبلغین کلاس میں حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کے پاس چلے گئے۔ ہمارے پرانے علماء جیسے حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ اور حضرت حافظ صاحبؓ کا خیال تھا کہ ہمارے نئے مبلغین کی چھوٹی عمریں ہوتی ہیں انکے پاس یونیورسٹی کی سند ضرور ہونی چاہیئے۔ ہمیں حضرت حافظ صاحبؓ کے پاس پڑھتے ہوئے تین چار مہینے ہی گزرے تھے کہ ایک دن مسجد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں مولوی فاضل کی سند کے فوائد پر گفتگو چل پڑی۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے اپنی رائے کا وضاحت سے ذکر کیا۔ حضورؓ نے بھی اسے پسند فرمایا اور کہا کہ سند ضرور حاصل کرنی چاہیئے۔ اس پر جب ہماری جماعت کے طلبہ کا ذکر ہوا تو حضورؓ نے فرمایا کہ انہیں بھی سند لینی چاہیئے۔ میں نے تو سرسری بات کی تھی غالباً شیخ مصری صاحب کو غلطی لگ گئی ہے۔

اب ہم پھر مولوی فاضل کلاس میں داخل ہونے کے لئے مدرسہ میں آئے تو شیخ مصری صاحب نے کہا کہ اب امتحان میں وقت تھوڑا رہ گیا ہے کورس بڑا ہے آپ لوگ کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ اس وقت کے ہمارے اساتذہ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ، حضرت قاضی سید امیر حسین صاحبؓ، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب حلالپوریؓ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ وغیرہم نے ہمیں تسلی دی کہ ہم زائد وقت دیکر بھی کورس ختم کرا دیں گے آپ لوگ اپنی ذمہ واری پر داخلہ لے لیں۔ چنانچہ میں نے سب طلبہ کی طرف سے ہیڈ ماسٹر صاحب کو تحریر دیدی کہ اگر خدا نخواستہ ہم فیل ہوجائیں تو یہ ہماری ذمہ داری ہوگی۔

ان بزرگ اساتذہ نے بڑی محنت سے کورس کا بیشتر حصہ پڑھا دیا۔ جزاھم اللہ خیراً دعائیں بھی کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اس جماعت کے آٹھوں کے آٹھوں طلبہ یونیورسٹی میں کامیاب ہوگئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یونیورسٹی میں اوّل آنے کی بھی توفیق بخشی۔ فالحمد للہ۔

میں یہ ذکر کر رہا ہوں کہ ہمارے اساتذہ اپنے طلبہ کے نہایت خیر خواہ تھے۔ طلبہ کے ساتھ پدرانہ سلوک کا یہ انداز تھا کہ وہ انہیں اپنی ہر خوشی میں شریک کرتے تھے کسی استاد کے ہاں بچہ پیدا ہو یا اور کوئی خوشی کی تقریب ہو تو طلبہ کے لئے مٹھائی کا اہتمام لازمی ہوتا تھا۔ ہم خود بے تکلفی سے یہ مطالبہ کرلیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ

استاد صاحب کی جیب میں پیسے موجود نہ تھے تو انہیں طلبہ کے اصرار پر دکاندار کے نام رقعہ لکھ کر دینا پڑا۔ گویا استادوں اور طلبہ میں ایک گھرانے کی اور باپ اور بچوں کی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ موسمی پھلوں، خربوزوں اور آموں وغیرہ کے ایام میں اساتذہ طلبہ کو پارٹی وغیرہ دیکر خوشی محسوس کرتے تھے۔ طلبہ بھی اجتماعی تقریبیں منعقد کیا کرتے تھے۔ نہر کے کنارے اور باغات میں ایسی مسرت افزا تقاریب منعقد ہوا کرتی تھیں۔ ہمارے استاد جناب مولوی ارجمند خان صاحب فاضل کا بھی ان تقریبوں میں خاصہ حصہ ہوا کرتا تھا۔ سردی کے ایام میں چائے کی دعوتیں ہوا کرتی تھیں۔ الغرض کیا ہی خوشی کے دن ہوا کرتے تھے۔

اساتذہ کو بھی اپنے قابل شاگردوں پر فخر ہوا کرتا تھا جب وہ کسی ہونہار شاگرد کو خدمت دین کرتے دیکھتے تو باغ باغ ہو جاتے۔ مجھے مکرم سید مسعود احمد صاحب ایم۔اے ابن حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ حال مبلغ ڈنمارک نے بتایا کہ انہیں ان کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا کہ ایک دفعہ قادیان میں کوئی جلسہ یا تقریب تھی اس میں خاکسار ابوالعطاء نے تقریر کی تو محترمہ مرحومہؓ نے تعریفی انداز میں ذکر کیا۔ اس پر حضرت میر صاحبؓ نے محبت بھرے الفاظ میں فرمایا کہ "ہمارے شاگرد ہیں"۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دن میں مکرم حکیم نظام جان صاحب کی دکان پر گیا۔ وہاں پر ہمارے بزرگ استاد حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ تشریف فرما تھے۔ میں دو زانو ہوکر ادب سے سامنے بیٹھ گیا۔ ان دنوں میں فارغ التحصیل ہوکر تبلیغی میدان میں کام کر رہا تھا۔ حضرت قاضی صاحبؓ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ "ساڈی استادی تاں گھرل ہو گئی ہے؟" میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمانے لگے کہ اب سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ حافظ روشن علی کے شاگرد ہیں۔ ہم نے جو مدرسہ میں پڑھایا کیا وہ ضائع ہو گیا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کی استادی پہلے ہے وہ ضائع کس طرح ہو سکتی ہے۔ وہ تو اصل بنیاد ہے۔ لوگوں کی غلطی ہے اگر وہ ایسا سمجھتے ہیں۔ ہم تو ہمیشہ آپ کے شاگرد ہونے پر فخر کریں گے۔ باقی آخر میں چونکہ ہم نے حضرت حافظ صاحب سے پڑھا ہے اسلئے لوگوں کو غلطی لگتی ہوگی۔ یہ گفتگو اس محبت اور قدردانی کی غماز تھی جو ہمارے اساتذہ کے دلوں میں ہمارے لئے تھی۔

یہ مضمون اتنا وسیع ہے کہ اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ (باقی آئندہ)

(طابع و ناشر:- ابوالعطاء جالندھری ٭ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

Monthly **AL-FURQAN** Rabwah

Regd. No L 5708 — April 1970

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب
صدر عالمی عدالت انصاف ہالینڈ

"میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا
اور ان کےنفوس و اموال میں برکت دونگا"

(الہام حضرت مسیح موعودعلیہ السلام)

اللہ تعالی کے فضل سے احمدیت کے واجب الاحترام فرزند عظیم چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کو گذشتہ دنوں دنیا کی سب سے بڑی عدالت انصاف کا صدر منتخب کیا گیا ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ ادارۂ الفرقان محترم چوہدری صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالی آپ کو مزید بہترین خدمات کی توفیق بخشے آمین۔

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.